«إنَّ الفَضلَ بِيَدِ اللهِ يُؤتِيهِ مَن يَشاءُ» (آل عمران: ٧٤) «... عَسٰى أَن يَبعَثَكَ رَبُّكَ مَقامًا مَحمودًا» (بني إسرائيل: ٨٠)

ہفت روزہ — انٹرنیشنل

الفضل

مدیر أعلیٰ نصیر أحمد قمر

جلد ۱ — جمعہ ۲۲ جولائی ۱۹۹۴ء — شمارہ ۲۹

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دوسروں کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش آنا اور بے جا طور پر مال اکٹھا کرنا اور اسباب پر ہی گرے رہنا بہت بری بات ہے

"شیخ سعدیؒ لکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ کو ناروا کی بیماری تھی۔ اس نے کہا کہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ کریم مجھے شفا بخشے تو میں نے جواب دیا کہ آپ کے جیل خانہ میں ہزاروں بے گناہ قید ہوں گے ان کی بد دعاؤں کے مقابلہ میں میری دعا کب سنی جا سکتی ہے۔ تب اس نے قیدیوں کو رہا کر دیا اور پھر وہ تندرست ہو گیا۔ غرض خدا کے بندوں پر اگر رحم کیا جاوے تو خدا بھی رحم کرتا ہے۔ جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں ان پر اللہ اور اس کے رسول کو بھی رحم آ جاتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش آنا اور بے جا طور پر مال اکٹھا کرنا اور اسباب پر ہی گرے رہنا بہت بری بات ہے"۔ فرمایا۔

"گو اعادہ کلام کا ہوتا ہے مگر چونکہ غفلت لگی ہوئی ہے۔ ایک طرف وعظ و نصیحت سنی جاتی ہے اور دل میں تقویٰ حاصل کرنے کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے مگر پھر غفلت ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کو یہ بات بہت ہی یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی حالت میں نہ بھلایا جاوے۔ ہر وقت اسی سے مدد مانگتے رہنا چاہئے۔ اس کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ وہ ایک دم میں فنا کر سکتا ہے۔ طرح طرح کے دکھ اور مصیبتیں موجود ہیں۔ بے خوف اور نڈر ہونے کا مقام نہیں۔ اس دنیا میں بھی جہنم ہو سکتا ہے اور بڑے بڑے مصائب آ سکتے ہیں۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی کسی کی مصیبت میں کام نہیں آ سکتا۔ اور کوئی شریک ہمدردی نہیں کر سکتا جب تک خدا دستگیری نہ کرے اور اپنے فضل سے آپ اس مصیبت کو دور نہ کرے۔ اسی واسطے ہر ایک کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ علاقہ رکھے۔

جو شخص جرات کے ساتھ گناہ، فسق و فجور اور معصیت میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ خطرناک حالت میں ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا عذاب اس کی تاک میں ہوتا ہے۔ اگر بار بار اللہ کریم کا رحم چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو اور وہ سب باتیں جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہیں چھوڑ دو۔ جب تک خوف الٰہی کی حالت نہ ہو تب تک حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کوشش کرو کہ متقی بن جاؤ۔ جب وہ لوگ ہلاک ہونے لگتے ہیں جو تقویٰ اختیار نہیں کرتے تب وہ لوگ بچا لئے جاتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں۔ ایسے وقت ان کی نافرمانی انہیں ہلاک کر دیتی ہے اور ان کا تقویٰ انہیں بچا لیتا ہے۔

انسان اپنی چالاکیوں شرارتوں اور غداریوں کے ساتھ اگر بچنا چاہے تو ہرگز نہیں بچ سکتا۔ کوئی انسان بھی نہ اپنی جان کی حفاظت کر سکتا ہے، نہ مال و اولاد کی حفاظت کر سکتا ہے نہ ہی کوئی اور کامیابی حاصل کر سکتا ہے جب تک کہ اللہ کا فضل نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ طور پر ضرور تعلق رکھنا چاہئے اور پھر اس تعلق کو محفوظ رکھنا چاہئے۔ عقلمند انسان وہی ہے جو اس تعلق کو محفوظ رکھتا ہے اور جو اس تعلق کو محفوظ نہیں رکھتا وہ بیوقوف ہے۔ جو اپنی چترائی پر نازاں ہے وہ ہلاک کیا جائے گا۔ اور کبھی بامراد اور کامیاب نہیں ہو گا۔ دیکھو یہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں نظر آ رہا ہے اتنا بڑا کارخانہ کیا یہ خدا تعالیٰ کے پوشیدہ ہاتھ کے سوائے چل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

یاد رکھو جو امن کی حالت میں ڈرتا ہے وہ خوف کی حالت میں بچایا جاتا ہے۔ اور جو خوف کی حالت میں ڈرتا ہے تو وہ کوئی خوبی کی بات نہیں۔ ایسے موقعہ پر تو کافر، مشرک، بے دین بھی ڈرا کرتے ہیں۔ فرعون نے بھی ایسے موقعہ پر ڈر کر کہا تھا:

آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَت بِهِ بَنُو إِسرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ المُسلِمِينَ

(یونس: ۹۱)

اس سے صرف اتنا فائدہ اسے ہوا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا بدن تو ہم بچا لیں گے مگر تیری جان کو اب نہیں بچائیں گے۔ آخر خدا تعالیٰ نے اس کے بدن کو ایک کنارے پر لگا دیا۔ ایک چھوٹے سے قد کا وہ آدمی تھا۔ غرض جب گناہ اور معصیت کی طرف انسان ترقی کرتا ہے تو پھر:

لَا يَستَأخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَستَقدِمُونَ (الاعراف: ۳۵)

والا معاملہ ہوتا ہے۔ جب اجل کی بلا آ جاتی ہے تو پھر آگے پیچھے نہیں ہوا کرتی۔ انسان کو چاہئے کہ پہلے ہی سے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھے۔ مگر۔

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

القرآن الحکیم

قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغلَبُونَ وَتُحشَرُونَ إِلٰى جَهَنَّمَ ۚ وَبِئسَ المِهَادُ ﴿۱۳﴾ (آل عمران: ۱۳)

تو ان سے کہہ دے جنہوں نے کفر کیا کہ تم ضرور مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کر کے لے جائے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

مختصرات

الحمد للہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے اجراء پر نصف سال مکمل ہو گیا ہے۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بلا مبالغہ کروڑوں افراد تک توحید باری تعالیٰ، رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور صداقت مہدی آخر الزماں علیہ السلام کا پیغام پہنچانے کی سعادت جماعت احمدیہ کو نصیب ہوئی اور یہ سلسلہ نہ صرف جاری و ساری ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر دم ترقی پذیر ہے۔

اس جہاد میں سب سے اہم کردار پروگرام "ملاقات" کا ہے جس میں ہمارے محبوب امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز روزانہ رونق افروز ہوتے ہیں اور مختلف علمی، دینی اور روحانی موضوعات پر گفتگو فرماتے ہیں۔ گزشتہ ایک ہفتہ کے ارشادات کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

۹ جولائی ۱۹۹۴ء: آج کے پروگرام میں نئی نسل کے چار نوجوانوں نے شمولیت کی اور حضور انور کی زبانی مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات سنے:

(۱) اسلام میں ارتداد کی سزا اور اس پر مختصر تبصرہ۔

(۲) خلیفہ کا مطلب کیا ہے اور کیا وہ سیاسی نظام کا سربراہ بن سکتا ہے؟

(۳) حضرت مسیح ناصریؑ اور حضرت مسیح موعودؑ کی باہمی مشابہت کے پس منظر میں جماعت احمدیہ کا مستقبل کیا ہے؟

(۴) مغربی ممالک میں مسلمانوں کے علیحدہ مذہبی سکولوں کا قیام مفید ہے یا نہیں؟

(۵) دائیں اور بائیں ہاتھ کے الگ الگ کاموں میں استعمال کرنے کی اہمیت اور حکمت کیا ہے؟

(۶) کیا جانوروں کے لئے بھی حیات آخرت ہے اور اس کی نوعیت کیا ہو گی؟

(۷) سگرٹ نوشی مسلمہ طور پر نقصان دہ ہے پھر یہ قرآنی اصول کے مطابق حرام کیوں نہیں کی گئی؟۔

۱۰ جولائی ۱۹۹۴ء: آج کے پروگرام میں ایتھوپیا کے احمدی مسلمانوں نے شرکت کی اور حضور انور نے ان کے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دئے:

(۱) ہم نے سنا ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح کا نزول جسمانی ہو گا لیکن مسیح موعود علیہ السلام تو اسی دنیا میں پیدا ہوئے اس کی کیا وضاحت ہے؟

(۲) آج مسلمانان عالم کی جو خراب حالت ہے اور ان میں اسلام کی حقیقی روح مفقود ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

(۳) احمدیت نے افریقن لوگوں کی بہت خدمت کی ہے اور کر رہی ہے۔ ایتھوپیا کے بارہ میں جماعت احمدیہ کا کیا پروگرام ہے اور کیا کام ہو رہا ہے؟

(۴) مسیح و مہدی کا ذکر قرآن و حدیث میں ملتا ہے کیا کسی جگہ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ جو بھی مدعی مہدویت ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا؟

اس سوال کے جواب میں حضور انور نے اول تو سورہ المومن کی آیت نمبر ۲۹ کے حوالہ سے جواب دیا اور پھر فرمایا کہ آج صبح جب میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا تو ایک آیت میں نے پڑھی جس میں اسی سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ اور میں نے یہ آیت نوٹ کر لی اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ آج کی مجلس میں یہ سوال پوچھا جانے والا ہے۔ یہ فرماتے ہوئے حضور انور نے اچکن کی جیب سے ایک کاغذ نکالا جس پر آیت کریمہ درج تھی جو سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۱۰۶ ہے اس کے حوالہ سے حضور انور نے جواب کی مزید وضاحت فرمائی۔ یہ خدائی تصرف ایک نہایت ایمان افروز تجربہ تھا جو اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے مقرر کردہ پیارے خلفاء کی قدم قدم پر رہنمائی فرماتا ہے۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے دنیا کو وحدت اور اتحاد عطا فرمایا لیکن آج مسلمان مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اسلام اپنی تعلیم کے اعتبار سے ناکام ہو گیا ہے؟

باقی صفحہ نمبر ۴ پر ملاحظہ فرمائیں

بترس از آہ مظلوماں

داتہ اور مانسہرہ (پاکستان) کے احمدی ایک لمبے عرصہ سے معاندین احمدیت کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں اور صرف اس بنا پر انہیں تکلیفیں دی جاتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موعود امام مہدی کو پہچان کر اسے قبول کیا ہے۔ اس کے سوا ان کا کوئی جرم نہیں۔ آئے دن ان کے خلاف طرح طرح کے مقدمات قائم کر کے عدالتوں میں گھسیٹا جاتا ہے۔ اور قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اور اب تو شرپسند کھلے بندوں، بر سر عام احمدیوں پر آوازے کستے، غلیظ گالیاں دیتے اور احمدیوں کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ بازار میں جگہ جگہ مخالفانہ سٹکرز اور اشتہارات چسپاں ہیں اور گندہ اشتعال انگیز لٹریچر لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ احمدیوں کا مکمل سوشل بائیکاٹ ہے۔ انہیں کسی دوکان سے سودا سلف نہیں دیا جاتا۔ پختہ سڑک داتہ گاؤں سے تقریباً تین کلو میٹر دور ہے۔ مستورات اور بچوں کو پیدل وہاں تک جانا پڑتا ہے ٹیکسی والے انہیں نہیں بٹھاتے۔ سکول کے بچوں کو بھی شدید گرمی میں صبح و شام تین کلو میٹر پیدل چلنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی مریض ہو تو اسے ہسپتال لے جانے کے سلسلہ میں اور بھی زیادہ مشکلات پیش آتی ہیں۔ احمدیوں کی زرعی زمین میں گندم پک کر زمین پر گر رہی ہے اور مزارع کام نہیں کر رہے۔ موچی، نائی، دھوبی، دکاندار سب کا مکمل بائیکاٹ کرایا گیا ہے۔ ۱۵/ ۲۰ شرپسندوں نے احمدیوں کے مکانوں پر حملہ کر کے ان پر پتھراؤ کیا، مکان پر نصب ڈش انٹینا توڑ دیا۔ قبرستان جا کر احمدی قبروں کی بے حرمتی کی اور کتبوں کو توڑ دیا۔ پولیس اور حکومت کی انتظامیہ بھی شرپسندوں کی پشت پناہی کر رہی ہے اور بجائے اس کے کہ ان شرپسندوں کے خلاف کسی قسم کی کاروائی کرے الٹا احمدیوں پر دباؤ ڈالا جاتا ہے اور طرح طرح سے تنگ کیا جاتا ہے۔

راہ مولیٰ میں پہنچنے والی ان سب مشکلات کو داتہ اور مانسہرہ کے احمدی جس عزم اور ہمت اور صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کر رہے ہیں وہ یقیناً لائق تحسین اور قابل صد آفرین ہے۔ بلاشبہ ان کی یہ قربانیاں اسلام کے دور اول کی یاد تازہ کرنے والی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام مہدیؑ اور آپ کی جماعت کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ اس طریق پر کاربند ہونگے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ ان سے وہی سلوک ہو گا جو مجھ سے اور میرے صحابہ سے کیا جاتا ہے۔ اور آپؐ کی سنت سے ثابت ہے کہ کبھی آپؐ نے یا آپؐ کے صحابہؓ نے کسی کا سوشل بائیکاٹ نہیں کیا۔ نہ کبھی کسی کو گالیاں دیں یا ان کے مکانوں پر پتھراؤ کیا۔ البتہ کفار مکہ نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا اور آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ آج یہی سلوک جماعت احمدیہ سے کیا جا رہا ہے۔ لیکن انتہائی تکلیف دہ بات یہ ہے کہ یہ سب ظلم و ستم اسلام کے نام پر کیا جا رہا ہے اور یہ ذلیل حرکتیں وہ لوگ کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ زبان سے تو جو چاہیں دعوے کرتے رہیں لیکن ان کا عمل انہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ آپؐ کے دشمنوں سے ملانے والا ہے۔ یہ لوگ ہمیں اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور پھینکنا چاہتے ہیں لیکن خدا کی قسم وہ اس میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر خود ان سے ایسی حرکتیں کرواتی ہے جس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کا اپنے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ سے الحاق مضبوط سے مضبوط تر اور روشن سے روشن تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اے کاش کہ ان کی آنکھیں کھلیں اور قبل اس کے کہ خدا کا غضب ان پر بھڑکے یہ معصوم احمدیوں پر ظلم و ستم سے باز آ جائیں۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

بقیہ "ارشادات عالیہ" از صفحہ ۱

خیال زلف تو بستن نہ کار خاماں است
کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری است

انبیاء کا ہی گروہ ایسا گروہ ہوتا ہے کہ وہ بے سلسلہ چلتے ہی نہیں۔ جو لوگ انبیاء کی زندگی میں فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں اور عاقبت کی کچھ فکر نہیں کرتے اور راستبازوں پر حملے کرتے ہیں ایسوں ہی کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے "ولا یخاف عقبٰھا" اس سے مراد یہ ہے کہ جب ایک موذی بے ایمان کو اللہ کریم مارتا ہے تو پھر کچھ پروا نہیں رکھتا کہ اس کے عیال اطفال کا گزارہ کس طرح ہو گا اور اس کے پسماندہ کیسی حالت میں بسر کریں گے۔

(ملفوظات جلد پنجم [طبع جدید] صہ ۲۷۹، ۲۸۱)

احادیث النبی ﷺ

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّه، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّرٰى اَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلٰى عَبْدِهِ. (رَوَاهُ التِّرمِذى)

حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دکھلایا جائے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَانَا رَسُولُ اللّٰه زَائِرًا فَرَاٰى رَجُلاً شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهُ، فَقَالَ مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ بِه رَأْسَهُ وَرَاٰى رَجُلاً عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَة. فَقَالَ مَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِى)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ملاقات کے لئے تشریف لائے آپ نے ایک پراگندہ بالوں والا شخص دیکھا جس کے سر کے بال متفرق تھے فرمایا یہ شخص ایسی چیز نہیں پاتا جس سے اپنے بالوں کو درست کرے۔ اور ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے بدن پر میلے کپڑے ہیں فرمایا یہ شخص اس چیز کو نہیں پاتا جس سے اپنے کپڑے دھولے؟۔

اس کا ہے نام کفر تو کافر ہیں احمدی

ایمان ہے خدا پہ خدا کے رسولؐ پر — محکم یقیں ہے دین کے ہر اک اصول پر
دن رات محو رہتے ہیں تسبیح و حمد میں — روتے ہیں زار زار یہ ادنیٰ سی بھول پر
اس کا ہے نام کفر تو کافر ہیں احمدی

پابند جان و دل سے ہیں صوم و صلوٰۃ کے — قائل بصد خلوص ہیں حج و زکوٰۃ کے
جو کچھ زبان پر ہے وہی انکے دل میں ہے — سچے ہیں اپنے قول کے پکے ہیں بات کے
اس کا ہے نام کفر تو کافر ہیں احمدی

ختم الرسلؐ کی شان کو پہچانتے ہیں یہ — بعد از خدا بزرگ انہیں مانتے ہیں یہ
تخلیق کائنات کی غایت وہی تو ہیں — اس راز کو سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں یہ
اس کا ہے نام کفر تو کافر ہیں احمدی

قرآن وہ کتاب ہے ان کی نگاہ میں — برتر ہے ہر کتاب سے جو عز و جاہ میں
اس کی ہی روشنی میں اٹھاتے ہیں ہر قدم — مینار روشنی ہے جو سالک کی راہ میں
اس کا ہے نام کفر تو کافر ہیں احمدی

بیٹھا ہوا بشر ہو کوئی آسمان پر — حیرت سی ان کو ہوتی ہے ایسے گمان پر
یہ مانتے نہیں ہیں کہ عیسیٰ مسیحؑ کو — حاصل یہ برتری ہے شہ دو جہان پر
اس کا ہے نام کفر تو کافر ہیں احمدی

باندھے ہوئے ہیں خدمت اسلام پر کمر — قربان ہو رہے ہیں محمدؐ کے نام پر
ہر جا دیار کفر میں بنتی ہیں مسجدیں — کرتے ہیں جاں نثار لٹاتے ہیں مال و زر
اس کا ہے نام کفر تو کافر ہیں احمدی

یہ آدمی نہیں ہیں ملک ہیں زمین پر — مامور ہیں جو خدمت دین متین پر
صدق و صفا کی مہر ہے گویا لگی ہوئی — سجدوں کا جو نشان ہے ان کی جبین پر
اس کا ہے نام کفر تو کافر ہیں احمدی

(مکرم مولانا ظفر محمد صاحب ظفر مرحوم)

(پانچویں قسط)

قرآن مجید پر معاند اسلام پادری وہیری کے اعتراضات اور ان کے جوابات

(سید میر محمود احمد ناصر)

بالعموم سمجھا جاتا ہے کہ نیا عہدنامہ یونانی زبان میں لکھا گیا۔ اس زبان میں نئے عہد نامہ کا کوئی ایک بھی معین و مسلم نسخہ نہیں ملتا۔ ناواقف آدمی یہ دھوکہ کھاتے ہیں کہ نیا عہدنامہ بھی قرآن مجید کی طرح کوئی مسلمہ متن پر مشتمل کتاب ہے۔ حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے اور نئے عہد نامہ کے الہامی مقام کو شدید نقصان پہنچاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج جو عہد نامہ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے وہ چھاپہ خانہ کی ایجاد سے پہلے کے قلمی مخطوطات کو سامنے رکھ کر مرتب کیا جاتا ہے اور یہ مخطوطات مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں لکھے گئے اور مختلف قسم کے کاغذ پر اور مختلف طرز تحریر میں تحریر ہوئے۔ ان مخطوطات میں جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں باہمی ہزاروں ہزار اختلافات ہیں۔ ان مختلف مخطوطات کو مدنظر رکھ کر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ پتہ لگایا جائے کہ اصل لکھنے والوں نے کیا لکھا تھا اور اس غرض سے ایک پورا فن وجود میں آچکا ہے جو Textual Criticism کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں مختصراً ان مخطوطات کا تعارف کرایا جاتا ہے اور ان کے باہمی اختلافات کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔ جن مخطوطات سے آج نیا عہد نامہ مرتب کیا جاتا ہے ان کو سہولت کے لئے چند جماعتوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پہلی جماعت ان مخطوطات پر مشتمل ہے جو چوتھی صدی عیسوی سے دسویں صدی عیسوی کے درمیان لکھے گئے اور بڑے یونانی حروف میں مرقوم ہیں۔ چوتھی صدی عیسوی سے پہلے کے مخطوطات جن میں سے کوئی بھی مکمل شکل میں موجود نہیں سکرول کہلاتے تھے۔ کیونکہ وہ سکرول کی شکل میں لپیٹ کر رکھے جاتے تھے مگر چوتھی صدی کے بعد مخطوطات کتابی شکل اختیار کر گئے اور کوڈکس کہلائے جانے لگے (اس لفظ کی جمع Codices ہے) مخطوطات کی یہ جماعت آج کل نیا عہد نامہ مرتب کرنے کے لئے سب سے اہم سمجھی جاتی ہے۔

اس جماعت کے بعض اہم کوڈیکس یہ ہیں:

(۱) کوڈیکس א (یہ عبرانی الف ہے) یا کوڈیکس Sinaiticus - یہ کوڈیکس جرمن عالم ٹسچنڈارف کو طور سینا پر بنی ہوئی خانقاہ سینٹ کیتھرائن سے ملا جو اس نے زار روس کو تحفہ کے طور پر دیا اور روس میں انقلاب کے بعد برطانیہ نے خرید کر برٹش میوزیم میں محفوظ کر لیا۔

(۲) کوڈیکس بی یا کوڈیکس Vaticanus - یہ مخطوطہ پوپ کی لائبریری میں ویٹیکن میں تھا اور نپولین بونا پارٹ نے جب اٹلی فتح کیا تو جو اشیاء وہ اپنی اظہار شان کے لئے ساتھ لایا ان میں یہ مخطوطہ بھی شامل تھا اور اس طرح علمی دنیا اس سے فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو گئی۔

(۳) کوڈیکس اے یا کوڈیکس Alexandrinus یہ مخطوطہ ترکی کے یونانی کلیسیا کے بطریق Cyril Lucar نے ۱۶۲۷ء میں شاہ انگلستان کو تحفہ دیا اور اب برٹش میوزیم لندن میں ہے۔

(۴) کوڈیکس ڈی یا کوڈیکس Bezae جو غالباً پانچویں صدی کا ہے اور ایک عالم Theodore Bezae نے کیمبرج یونیورسٹی کو تحفہ دیا اور اب یونیورسٹی کی لائبریری میں ہے۔

مخطوطات کی دوسری جماعت جس سے نیا عہد نامہ مرتب کرتے ہوئے مدد لی جاتی ہے جو نویں صدی عیسوی سے چھاپہ خانہ کی ایجاد تک لکھے گئے اور چھوٹے یونانی حروف میں رواں ہاتھ میں مرقوم ہیں اور نسبتاً زیادہ تعداد میں ہونے کی وجہ سے اور باہم مشابہت رکھنے کی وجہ سے "خاندانوں" میں تقسیم کر دئے گئے ہیں۔ ان میں سے فیملی نمبر ۱ اور فیملی نمبر ۱۳ عہد نامہ کی ترتیب و تدوین کے لئے زیادہ اہم سمجھی جاتی ہیں۔

مخطوطات کی تیسری جماعت مکمل مخطوطات پر مشتمل نہیں بلکہ چوتھی صدی سے قبل کے لکھے ہوئے مخطوطات کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں جو نیل کے ساحل پر اگنے والے Papyrus کہلانے والے پودے سے بنائے گئے کاغذ پر ہیں۔ یہ کاغذ خشک آب وہوا میں تو کچھ محفوظ رہتا ہے مگر مرطوب آب وہوا میں ضائع ہو جاتا ہے۔ گزشتہ ۷۰، ۸۰ سالوں میں ایسے مخطوطات کے ٹکڑوں کا انکشاف بالخصوص مصر کی خشک آب و ہوا سے ہوا ہے اور انہیں نیا عہد نامہ مرتب کرتے ہوئے مدنظر رکھا جاتا ہے۔

مخطوطات کی چوتھی جماعت جو نئے عہد نامہ کے ایڈیشن مرتب کرتے ہوئے مدنظر رکھی جاتی ہے پرانے زمانہ میں کئے گئے نئے عہد نامہ کے تراجم ہیں جو لاطینی اور مصر کی دو زبانوں بحیری اور صعیدی میں کئے گئے اور ثانوی اہمیت رکھنے والے تراجم جو آرمنی، گوتھک، ایتھوپی اور سلاخونی زبانوں میں ہوئے۔ اسلام سے قبل عربی زبان میں نئے عہد نامہ کا ترجمہ موجود تھا یا نہیں اس بارہ میں علماء بائبل میں اختلاف ہے۔

مخطوطات کی پانچویں جماعت جن سے نیا عہد نامہ کا متن معین کرنے میں مدد لی جاتی ہے نئے عہد نامہ کے وہ اقتباسات ہیں جو پرانے عیسائی مصنفین نے گزشتہ صدیوں کے دوران اپنی تصانیف میں درج کئے۔

مذکورہ بالا مختصر خاکہ سے ظاہر ہے کہ نئے عہد نامہ کا کوئی معین مسلمہ نسخہ موجود نہیں بلکہ آج کی دنیا میں عیسائی دنیا جو نیا عہد نامہ مرتب کر کے پیش کرتی ہے وہ بہت سے مخطوطات سے مرتب کرنے والوں کی مرضی کے مطابق اخذ کر کے پیش کیا جاتا ہے اور یہ مخطوطات آپس میں متعدد اختلافات رکھتے ہیں جن کی تعداد قریباً تین لاکھ تک جا پہنچتی ہے اور ان مخطوطات سے نیا عہد نامہ مرتب کرنے کے لئے ایک باقاعدہ فن ظہور میں آچکا ہے جو Textual Criticism کے نام سے موسوم ہے اس بارہ میں ایک معروف عالم بائبل لکھتے ہیں۔

It may be thought in the case of the Bible there is no need for textual investigation; that God would not allow textual errors to creep in to it during the years it has been handed down. But that is simply not true. God did not choose to exercise such a miraculous Providence over the books of the Bible.
(The Dead Sea Scrolls and the Bible by Ronald E. Murphy, O. Cram page 37,38)

نئے عہد نامہ کے ان مخطوطات میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں اور فن Textual Criticism کے ذریعہ جو نئے عہدنامہ کے متن کی تصحیح کی جاتی ہے اس کے جواز کے بارہ میں پوپ کا فتویٰ بھی موجود ہے۔ ۱۹۴۳ء میں پوپ نے جو فتویٰ اس بارہ میں جاری کیا اس میں کہا گیا:

In the present day indeed this art which is called textual criticism and which is used with great and praiseworthy results in the editions of profane writings is also quite rightly employed in the case of the Sacred Books because of that very reverence which is due to the Divine Oracles. For its very purpose is to insure that the sacred text be restored, as perfectly as possible, be purified from the corruptions due to the carelessness of the copyists and be freed, as far as may be done, from glosses and omissions, for the interchange and repetitions of words of words and from all other kinds of mistakes, which are wont to make their way gradually in to writings handed down through many centuries. پوپ Pius XII کا خط
(Divino Afflante Spiritu 1943)

یہ امر بھی مدنظر رہے کہ ان مخطوطات میں نہ صرف باہمی اختلافات ہیں اور تحریر کی غلطیاں اور لغزشیں ہیں بلکہ ارادتاً تبدیلیاں اور ایزادیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس کی ایک مشہور مثال مرقس کی انجیل کے آخری باب کی آخری آیات یعنی ۱۶ : ۸ تا ۲۰ میں موجودہ عیسائیت کی بنیاد حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانے پر رکھی گئی ہے۔ مگر چونکہ اس کا ذکر قدیم تحریرات میں نہیں ملتا تھا اس لئے اس بے بنیاد عقیدہ کو درج کرنے کے لئے نئے عہدنامہ میں تحریف و اضافہ کیا گیا اور مرقس کے آخر میں یہ آیات جو حضرت مسیحؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے ذکر پر مشتمل ہیں زائد کی گئیں۔ اس بارہ میں امریکہ کی مشہور تفسیر بائبل Intrepreters Bible جس میں بڑی ہوشیاری سے رسمی عیسائی عقائد بچانے کی کوشش کی گئی ہے لکھا ہے:-

One of the oldest attempts to supplement and finish Mark is the so called "longer endings" (VS 9-20) This is not found in the best MSS (BℵS k sys, etc) and dates probably from the second century; it was compiled out of the data of the other Gospels, and even of Acts, and may have been an originally independent list of resurrections appearances. The author was probably, as Burkitt and Conybere held, the second Century presbyter Ariston or Ariston. It is attributed to him in an Armenian MS witless in 989.
The Interpreters Bible
New York Abingdon + Cokesbury Press Nashville Parthenon Press, Nashville USA)

اس حوالہ میں اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد کہ مرقس کی آخری آیات ۹ تا ۲۰ اصل کتاب میں نہیں تھیں یہ پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کا مضمون دوسری اناجیل سے لیا گیا ہے یا دوسری صدی کے بشپ Ariston نے لکھا ہے بالفرض یہ دونوں باتیں تسلیم بھی کر لی جائیں تو سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ اصل مرقس میں اضافہ اور تحریف ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو پھر اس کتاب کی الہامی حیثیت کیا رہ جاتی ہے اور کیا پادری وہیری صاحب کو افتراء کا اعتراض قرآن مجید کے بجائے نئے عہدنامہ پر کرنا چاہئے تھا یا نہیں؟

یہاں ضمناً یہ امر بھی مدنظر رہے کہ مرقس کی آخری آیات صرف مخطوطات کی گواہی کے نتیجہ میں الحاقی ثابت نہیں ہوتیں بلکہ خود مرقس کی اندرونی گواہی بھی یہی ہے کیونکہ اس آخری باب کی آٹھویں آیت کا اردو ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے۔

اور انہوں نے کسی سے کچھ نہ کہا کیونکہ وہ ڈرتی تھیں۔

انگریزی ترجمہ اس طرح کیا جاتا ہے۔

MORSONS CLOTHING
Ladies and Children Clothing
Specialists in
SCHOOL UNIFORMS
Main Showrooms:
682/4 Uxbridge Road, Hayes,
Tel: 081 573 6301/7548
Kidswear Showroom:
54 The Broadway, Ruislip Road, Greenford
Ladieswear Showrooms:
34 The Broadway, Ruislip Road, Greenford
Children and Ladieswear Showrooms:
51 High Street, Wealdstone

NEW AND SECOND-HAND SPARES
SPECIALISTS IN JAPANESE CARS ALL MODELS
TJ AUTO SPARES
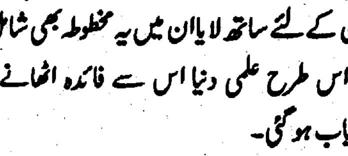
376 ILFORD LANE,
ILFORD, ESSEX
081 478 7851

and they said nothing to any one, for they were afraid

یہ ترجمہ پوری طرح درست نہیں۔ اصل یونانی میں آٹھویں آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

ἐφοβοῦντο γάρ

(ایفو بونتوگار) اس کا ترجمہ ہے "ڈرتی تھیں کیونکہ"۔

نہ کہ "کیونکہ ڈرتی تھیں" صاف ظاہر ہے کہ اصل مرقس میں کوئی وجہ ڈرنے کی بتائی گئی تھی جو بعد میں آنے والوں کو پسند نہیں آئی اور انہوں نے اس کو حذف کر کے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔

مذکورہ بالا حوالہ میں یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ اگرچہ مرقس کی آخری آیات اصل مرقس کا حصہ تو نہیں مگر

It was compiled out of the data of other Gospels

کہ دوسری اناجیل سے یہ حصہ اخذ کیا گیا ہے۔ یہ دعویٰ Interpreters Bible کی دیانت داری کو مشتبہ کرنے والا ہے کیونکہ اس کے مصنفین یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اناجیل میں سے دو جو حواریوں کی طرف منسوب ہیں ان میں حضرت مسیحؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا کوئی ذکر ہی نہیں اور لوقا کی انجیل میں بظاہر ذکر موجود ہے مگر مستند مخطوطات کی گواہی یہی ثابت کرتی ہے کہ اصل لوقا میں آسمان پر جانے کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ خود Interpreters Bible نے ہر صفحہ پر اپنی تشریح سے پہلے بائبل کے دو متن پہلو بہ پہلو دیئے ہیں۔ ایک شاہ جیمز کا متن اور ایک Revised Standard متن۔ شاہ جیمز ورشن میں لوقا کی انجیل کے آخری الفاظ یہ ہیں:

he was parted from them, and carried up in to heaven, and they worshipped him and returned to Jerusalem.

اس کا ترجمہ اردو تراجم میں اس طرح کیا ہے

"تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا اور وہ اس کو سجدہ کر کے بڑی خوشی سے یروشلم کو لوٹ گئے" (لوقا ۲۴ : ۵۱، ۵۲)

مگر Revised Standard ورشن میں اس طرح ترجمہ ہے:۔

he parted from them and they returned to Jerusalem with great joy.

نیو انگلش بائبل میں اس م کا ترجمہ اس طرح ہے:

...... he parted from them and they returned to jerusalem with great joy.

گویا ترجمہ یوں ہو گا "وہ ان سے جدا ہو گیا اور وہ بڑی خوشی سے یروشلم لوٹ گئے"۔ گویا اصل لوقا میں نہ حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانے کا ذکر تھا اور نہ حواریوں کے ان کو سجدہ کرنے کا۔ یہ بعد کا اضافہ ہے۔

پس Interpreters Bible کے مضمون نگار کا یہ کہنا کہ مرقس کی آخری آیات کا الحاقی اضافہ جن میں حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانے کا ذکر ہے دوسری اناجیل پر مبنی ہے صریحاً غلط ہے۔

مذکورہ بالا مخطوطات کو چھوڑ کر نئے عہد نامہ کے موجودہ دنیا میں مطبوعہ ایڈیشن دیکھیں تو ان میں بھی تضاد اور اختلافات نظر آتے ہیں۔ متی اور لوقا دونو اناجیل میں حضرت مسیحؑ کے نسب نامے یوسف کی معرفت دیئے گئے ہیں حالانکہ یوسف سے ان کا براہ راست کوئی رشتہ نہ تھا۔ مگر اس بات سے قطع نظر ان دونوں نسب ناموں میں ناموں کی تعیین میں بھی اختلاف ہے اور ناموں کی تعداد میں بھی۔ متی کے نسب نامہ میں ابراہام سے یوسف تک ۴۰ نام ہیں اور لوقا کے نسب نامہ میں ۵۴۔ **کیا ایک ہی خدا کی دو کتابوں میں اس اختلاف کا تصور ممکن ہے؟۔**

متی اور لوقا دونو نسب نامے حضرت مسیحؑ کو حضرت داؤدؑ کی اولاد قرار دیتے ہیں اور یہ خیال یہود میں عام طور پر مسلم تھا کہ آنے والا مسیح داؤد کی نسل سے ہو گا۔ غالباً اسی لئے انجیل نویسوں نے انہیں داؤد کی نسل سے ثابت کرنے کے لئے یوسف کے نسب نامے دیئے ہیں۔ مگر یہ بات یہود میں بحث طلب تھی کہ آنے والا مسیح حضرت داؤد کے کس بیٹے کی نسل سے ہو گا۔ بعض کہتے تھے کہ وہ حضرت داؤد کے بیٹے حضرت سلیمان کی نسل سے ہو گا جبکہ بعض کا اصرار تھا کہ نہیں وہ حضرت داؤد کے بیٹے ناتن کی اولاد سے ہو گا۔ دیکھئے انجیل نویسوں نے اپنے اپنے حلقہ میں یہ مسئلہ کس طرح حل کر دیا۔ متی نے حضرت مسیحؑ کو حضرت سلیمانؑ کی نسل قرار دے دیا ہے اور لوقا نے ناتن کی نسل سے۔ **پادری وہیری صاحب قرآن مجید پر نعوذ باللہ افتراء کا الزام لگاتے ہیں ان کا خود نئے عہد نامہ کی کتب کے بارہ میں کیا خیال ہے؟**

اس قسم کے اختلاف کی ایک اور مثال دیکھئے متی مرقس کی اناجیل بوضاحت کہتی ہیں کہ حضرت مسیحؑ نے اپنا اعلان ماموریت، حضرت یوحنا کے قید میں پکڑوائے جانے کے بعد کیا۔ (دیکھیں متی ۴ : ۱۲ تا ۱۷ اور مرقس ۱ : ۱۴)

مگر یوحنا کی انجیل باب ۳ سے وضاحتاً معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا کے پکڑوائے جانے سے عرصہ قبل حضرت مسیحؑ اعلان ماموریت کر چکے اور بیعتوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ **کیا پادری وہیری صاحب اس واضح اختلاف کے باوجود ان تینوں اناجیل کو خدا کا کلام قرار دینگے؟**

(باقی اگلے شمارہ میں)

※※※※※※※※※※※※※

بقیہ مختصرات از صفحہ ۱

حضور انور نے نہایت جامع فقرہ سے جواب کا آغاز فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام اور اس کی تعلیمات ہرگز ناکام نہیں ہوئیں بلکہ وہ لوگ ناکام ہوئے ہیں جو ایسی مقدس تعلیم پر عمل پیرا نہیں ہیں۔

(۶) ایتھوپین لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے؟ جواب میں حضور نے بہت یقین اور وثوق سے فرمایا کہ موجودہ صورت حال کی بہتری کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ وہ سب احمدی ہو جائیں اور انہیں احمدیت کے نور سے منور کر دیا جائے۔ حضور انور نے فرمایا کہ اگر یہ حل نہیں تو یقین جانئے کہ پھر اس صورت حال کا کوئی بھی اور حل نہیں ہے!

(۷) مغربی ماحول میں رہنے والے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

(۸) کیا یہ بہتر نہیں کہ مسلمان فلسفیانہ بحثوں میں پڑنے کی بجائے درپیش مسائل کے عملی حل پر زیادہ توجہ دیں؟

اس مجلس کے دوران حضور انور نے ایک چھوٹے ایتھوپین بچے کو (جو اپنے باپ کے ساتھ آیا ہوا تھا) پیار سے اپنے پاس بلایا، پیشانی پر چوما اور نہایت شفقت سے اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ پیارا سا معصوم بچہ سیدنا بلال کی سرزمین سے آنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ احمدیوں کو تو ایتھوپیا سے دوہرا پیار ہے۔ ایک تو اس لئے کہ یہ حضرت بلالؓ کا وطن ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ آج پاکستان میں احمدیوں پر اسلام کے حوالہ سے ظلم توڑے جاتے ہیں تو فوراً حضرت بلالؓ کا نام ذہن میں آتا ہے جنہوں نے ہمیشہ توحید کے علم کو سربلند رکھا۔ حضور نے نہایت عزم سے فرمایا کہ اب ہمیں نئے بلالوں کے ذریعہ ایتھوپیا کو واپس اسلام میں لانا ہو گا۔ حضور نے فرط مسرت سے چھوٹے بچے کو دوبارہ پیار کیا اور دعا دی کہ خدا کرے تم وہ بلال ثابت ہو جن کے ذریعہ یہ مقدس مہم سر ہو گی انشاء اللہ۔

سٹوڈیو میں گرمی کی شدت کی وجہ سے حضور انور نے جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھا۔ عین اسی وقت ساتھ بیٹھے ہوئے ایتھوپین احمدی عمر سعید صاحب نے بھی پسینہ پونچھنے کی ضرورت محسوس کی لیکن اتفاقاً ان کے پاس رومال نہیں تھا۔ حضور انور نے انہیں اپنا مستعمل متبرک رومال مرحمت فرما دیا۔

اس مجلس میں ایک موقعہ پر حضور انور نے "علماء ھم شر من تحت ادیم السماء" کی نہایت پر معارف تشریح بیان فرمائی جو غالباً اس تفصیل کے ساتھ پہلی بار بیان ہوئی ہے۔ سننے سے تعلق رکھتی ہے۔

۱۱، ۱۲ جولائی ۱۹۹۴ء۔ ان دو ایام میں ہومیو پیتھی طریقہ علاج کے سلسلہ میں سلسلہ وار کلاس علی الترتیب ۲۴ ویں اور ۲۵ ویں تدریسی کلاس منعقد ہوئی۔

۱۳ جولائی ۱۹۹۴ء۔ پروگرام کی ابتداء میں حضور انور نے ایم۔ ٹی۔ اے۔ کے پروگراموں کے بارہ میں بعض امور کی وضاحت فرمائی۔ بعد ازاں حضور انور نے سعودی گزٹ کے مذہبی ایڈیٹر Ghalib Jonker کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں جماعت احمدیہ عالمگیر کے سربراہ کے طور پر انہیں مناظرہ کا چیلنج دیتا ہوں۔ ان کے سفر کے اخراجات میں ادا کروں گا۔ یہ مناظرہ جن شرائط پر ہو گا ان کی تفصیل یوں ہے۔

(۱) پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کے انجام پر ازروئے قرآن مجید، احادیث نبویہ، بائبل و تاریخ تفصیلی گفتگو ہو گی۔

(۲) پھر یہ سوال زیر غور آئے گا کہ آنے والا مسیح کون ہے اور اس کا منصب کیا ہے۔ کیا اس زمانہ کے مسلمانوں کو یہود سے مشابہت ہو چکی ہے یا نہیں۔ نیز اس صورت حال کا حل مسیح کی آمد کے بغیر کیسے ممکن ہے؟ آنے والا مسیح نبی ہے یا نہیں؟ کیا مہدی اور مسیح الگ الگ وجود ہیں یا ایک ہی ہیں؟ کیا ان کی آمد کی علامات بالخصوص کسوف و خسوف کا نشان پورا ہو چکا ہے یا نہیں؟ اس پر بھی بحث ہو گی کہ فرقہ ناجیہ کون ہے؟ ۷۳ فرقوں میں سے ۷۲ کون سے ہیں اور ایک کون سا ہے۔ اس بارہ میں دو ٹوک فیصلہ کرنا ہو گا کہ یہ بات مہمات اسلام میں سے ہے یا نہیں۔

(۳) ان ساری بحثوں کو مکمل کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کردار پر بحث ہو سکے گی اور اس موقع پر فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون کے مطابق دعویٰ نبوت سے پہلے کی زندگی کو زیر بحث لایا جائے گا۔

(۴) ایک ضروری شرط یہ ہے کہ مناظرہ کے لئے کھلا وقت ہو تا کہ پوری تفصیل سے باتیں ہو سکیں۔

(۵) مناظرہ کی ایک نہایت اہم اور بنیادی شرط یہ ہو گی کہ سعودی عرب کی حکومت اس بات کی تحریری ضمانت دے کہ وہ اس سارے مناظرہ کو سعودی عرب میں اور اپنے زیر اثر ممالک میں سرکاری ٹیلی ویژن پر دکھائیں گے۔ اس لئے جونکر صاحب پر لازم ہے کہ مناظرہ کے لئے آتے ہوئے سعودی عرب کا سرٹیفکیٹ لانا نہ بھولیں۔

آخر میں حضور انور نے اس اتہام کا بھی ذکر کیا کہ اسرائیل نے ایم۔ ٹی اے۔ کے لئے جماعت احمدیہ کو ۱۸ ملین ڈالر کی امداد دی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس دروغ بے فروغ کا ہماری طرف سے ایک ہی جواب ہے کہ "لعنة اللہ علی الکاذبین"۔

۱۴ جولائی ۱۹۹۴ء۔ آج حضور انور نے مخالفین احمدیت کی بعض کتب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف لگائے گئے ان تین الزامات کے مدلل اور باحوالہ جوابات بیان فرمائے۔

(۱) انگریزی ہونے کا الزام۔

(۲) شراب نوشی کا الزام۔

(۳) بیت الخلاء میں وفات پانے کا الزام۔

جوابات بیان کرنے کے بعد حضور انور نے معاندین احمدیت کو ان لوگوں کے عبرت ناک انجام سے ڈرایا جو اس سے قبل خدائی قہر کا نشان بن کر اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند دردناک مثالوں کا تذکرہ فرمایا اور احمدی مصنفین کو ہدایت فرمائی کہ ایسے واقعات کو کتابی شکل میں مرتب کر کے شائع کریں۔ نیز ایم۔ ٹی۔ اے۔ پر بھی سنائے جائیں۔

۱۵ جولائی ۱۹۹۴ء۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے نئے اور وسیع سٹوڈیو کا افتتاح عمل میں آیا۔ نماز جمعہ کے بعد حضور انور اس سٹوڈیو میں تشریف لائے اور تعلیم القرآن کے سلسلہ میں ایک نئی اور بابرکت کلاس کا آغاز فرمایا۔ حضور انور نے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی پہلی آیت "الم" کا ترجمہ بیان فرمایا اور تفسیری نکات کی بہت دلکش انداز میں وضاحت فرمائی۔ تعلیم القرآن کی یہ کلاس انشاء اللہ آئندہ بھی جاری رہے گی۔ ※※※※※※※※※※※

(ع - م - ر)

Kenssy

Fried Chicken

589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

1 HOUR
PHOTO PRINTS
SET A PRINT
246, WIMBLEDON PARK
ROAD, SOUTHFIELDS,
LONDON SW18
PHONE 081 780 0081

خطبہ جمعہ

جب تک حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ؐ کے عشق کو اور آپ ؐ سے سچی محبت کو تمام امت کو باہم باندھنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے اس وقت تک امت کے مسائل حل نہیں ہوسکتے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۱۷ جون ۱۹۹۴ء مطابق ۱۷ احسان ۱۳۷۳ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

یہ مہینہ محرم الحرام کا ہے جس کی بہت سی فضیلتوں کا احادیث میں اور اسلامی لٹریچر میں ذکر ملتا ہے لیکن اس موقع پر آج کے خطبے میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اہل بیت، آپ کی آل کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وہ رشتہ ہے جس رشتے سے ہمارا خدا سے رشتہ بنتا ہے۔ پس اولاد سے اس تعلق کا قائم نہ رہنا یا اولاد سے کسی قسم کا بغض، ان دونوں رشتوں کو کاٹ دیتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اولاد وہ اولاد نہیں تھی جس نے اپنا روحانی تعلق حضرت اقدس محمد رسول اللہؐ سے قائم نہ رکھا بلکہ وہ اولاد تھی جس نے اس تعلق کے تقاضوں میں اپنی جانیں دے دیں اور عظیم ترین قربانیاں پیش کیں۔ پس اس پہلو سے وہ جس کے دل میں اہل بیت کا بغض ہے حقیقت میں اس کے دل میں محمد رسول اللہؐ کا بغض ہے اور اسلام کا بغض ہے اور اس کی کوئی نیکی، حقیقی نیکی نہیں کہلا سکتی۔ یہ ایک طبعی حقیقت ہے کہ جس سے محبت ہو اس کے محبوب سے محبت ہو۔ جس سے محبت ہو اس سے جو محبت کرتے ہیں ان سے بھی تعلق قائم ہو اور یہ دونوں باتیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بہت ہی پیاری اور مقدس بیٹی حضرت فاطمہؓ کی اولاد کو نصیب تھیں۔ ان سے حضرت اقدس محمد رسول اللہؐ کو محبت تھی اور وہ حضرت محمد رسول اللہؐ سے محبت کرتے تھے اور پھر یہ خونی تعلق بھی تھا اس لئے کسی مسلمان کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اہل بیت سے دوری تو درکنار اس کے وہم میں بھی یہ بات داخل ہو کہ میرا ان سے کسی قسم کا تعلق ٹوٹ سکتا ہے۔ اس کے بالکل برعکس ایک گہری بے ساختہ محبت حقیقت میں اس کے ایمان پر گواہ ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے پیار پر ایک ایسی پختہ اور دائمی گواہی دے گی کہ جس کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اسکے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اولاد میں سے پیدا ہونے والے محبت کرنے والوں اور محبوبوں کا ذکر تو محبت سے کیا جائے مگر ان کا جن کا خونی رشتہ نہ بھی تھا مگر خونی رشتوں سے بڑھ کر انہوں نے اپنی جانیں آپ پر نثار کیں ان کا بغض سے ذکر کیا جائے، اگر ایسا ہو تو ایسے شخص کے ایمان کے خلاف یہ گواہی بھی بہت مضبوط اور ناقابل تردید گواہی ٹھہرے گی۔ پس حقیقی اور سچی بیچ کی راہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے جس نے، جس رنگ میں بھی، تعلق باندھا خواہ خون کا رشتہ تھا یا نہ تھا اس سے طبعی بے ساختہ دل میں پیار پیدا ہو۔ یہ سچی علامت ہے انسان کے ایمان کی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے حقیقی وابستگی کی۔

آج عالم اسلام نہ جانے کن اندھیروں میں بھٹک رہا ہے کہ یہ دو محبتیں آپس میں پھٹ چکی ہیں اور ان دونوں کو ایک گھر میں جگہ نصیب نہیں۔ وہ لوگ جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اہل بیت سے محبت کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عشاق اور ان فدائیوں کا نفرت اور بغض سے ذکر کرنا بھی جزو ایمان سمجھتے ہیں جن کا ان معنوں میں خونی رشتہ نہیں تھا جن معنوں میں حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کا رشتہ تھا یا آپ کی اولاد کا تھا۔ اور اس طرح محبت میں زہر گھول دیتے ہیں۔ اور اس کے برعکس وہ لوگ جو صحابہ کرام کی عزت بلکہ محبت اور عقیدت کو دل میں جگہ دیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں اس کے ساتھ محرم کے دنوں میں شیعوں کے خلاف حرکت کرنا اور ان کی مجالس کو درہم برہم کرنا، ان کے جلوسوں میں مخل ہونا، یہ بھی ایک ایمان کا حصہ ہے۔ اور وہ رشتے جو باہم جوڑنے کے لئے بہت ہی اہم کردار کر سکتے تھے جو تمام عالم اسلام کو ایک جگہ اکٹھا کرنے میں ایک بہت ہی مضبوط کردار ادا کر سکتے تھے ان کو اکٹھا کرنے کی بجائے باہم تفریق کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ پس محرم کے دن وہ دن نہیں ہیں جن میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج اہل بیت کی قربانیوں کی یاد میں تمام عالم اسلام اکٹھا ہو گیا ہے اور پہلی سب نفرتیں مٹ چکی ہیں۔ کوئی فرقے کی تفریق باقی نہیں رہی آج اس محبت کے صدقے ایک ہاتھ پر ایک جان کے نذرانے لئے ہوئے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ اس کے برعکس آپ عجیب بات اخباروں میں پڑھتے ہیں اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ذکر سنتے ہیں کہ محرم آرہا ہے۔ سخت خطرات ہیں، بڑی دشمنیاں ہوں گی، گلیوں میں خون بہیں گے، سر پھٹول ہوگی، ایک دوسرے کو گالیاں دی جائیں گی اور اسلام کے دو بڑے حصے یعنی شیعہ اور سنی اگر اس عرصہ میں گزشتہ محرم سے اب تک قریب آبھی گئے تھے تو پھر دوبارہ ایک دوسرے سے ایسا پھٹیں گے کہ وہ نفرتوں کی یاد آئندہ محرم تک باقی رہے گی اس لئے حکومتوں کے الرٹ ہو رہے ہیں۔ بعض جگہ فوجوں کو بلایا جارہا ہے۔ بعض جگہ پولیس کے ریزرو کو حرکت دی جارہی ہے۔ اور کہا جارہا ہے کہ نہایت خطرے کے دن ہیں۔ محبت سے خطرے ہیں؟ کیسے خطرے ہیں؟ محبت تو خطروں کو مٹا دیا کرتی ہے۔ محبت تو خطروں کے ازالے میں کام آتی ہے۔ پس دونوں جگہ محبت میں کوئی جھوٹ شامل ہو گیا ہے۔ دونوں جگہ نظریں ٹیڑھی ہو گئی ہیں اور حقیقت حال کو دیکھنے سے کلیۃً عاری ہو چکی ہیں ورنہ ناممکن تھا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت آپ کے صحابہ اور آپ کے اہل بیت کے درمیان ایسی پھٹ جاتی کہ گویا ایک سے وابستگی دوسرے سے نفرت کے ہم معنی ہو جاتی۔ ایک سے نفرت دوسرے کی محبت کے مترادف ہو جاتی۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے محمد رسول اللہؐ کی محبت میں تو کوئی جھوٹ نہیں، ان محبت کے دعویٰ کرنے والوں میں ضرور جھوٹ ہے جو اس محبت کو یہ رنگ دیتے ہیں۔

پس میں تمام عالم اسلام کو ان احمدیوں کی وساطت سے جو اس خطبے کو سن رہے ہیں یہ پیغام دیتا ہوں کہ محرم کے دنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ دلی محبت پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا کریں۔ اور سنیوں کا یہ کوئی حق نہیں کہ وہ لوگ جو اہل بیت کی محبت میں جلوس نکالتے ہیں خواہ ان کی رسمیں پسند آئیں یا نہ پسند آئیں ان کے محبت کے اظہار میں کسی طرح مخل ہوں، ان پر پتھراؤ کریں، ان پر گولیاں چلائیں، ان پر گالیوں کی بارش کریں۔ یہ کیا انداز ہیں محبت کے۔ یہ تو دلوں میں گھٹی ہوئی اور گھولی جانے والی نفرتیں ہیں جو ابل ابل کر باہر آرہی ہیں۔ پس جب تک حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عشق کو اور آپؐ سے سچی محبت کو تمام امت کو باہم باندھنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے اس وقت تک امت کے مسائل حل نہیں ہوسکتے۔ سب ہی حضور کی محبت کا دعویٰ کر کے ایک دوسرے کے خلاف نفرت کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے بہتر حصوں میں امت کو تقسیم کر گیا اور آج تک ان کو ہوش نہیں آئی۔ پس جماعت احمدیہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت کا پیغام اس رنگ میں امت کو دوبارہ دینے کی ضرورت ہے جس رنگ میں پہلی بار دیا گیا تھا۔ قرآن کریم نے جو دلوں کے باندھنے کا ذکر فرمایا ہے اور اللہ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت محمدؐ رسول اللہ تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ ہی کی محبت نے ایک دوسرے کے دشمن قبائل کو یک جان کر دیا تھا۔ وہ جو ایک دوسرے کے جان کے دشمن تھے وہ بھائیوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر جان نثار کرنے والے دوست بن چکے تھے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے

وجود کو نکال کر اس کا تصور بھی پیدا نہیں ہو سکتا، ناممکن دکھائی دیتا ہے۔ پس اگرچہ محمدؐ رسول اللہ نے خود بالارادہ ایسا کام نہیں کیا مگر اللہ نے آپ کی ذات میں آپ کی نعمت میں ایک ایسی غیر معمولی کشش رکھ دی تھی کہ ناممکن تھا کہ لوگ آپ کی ذات پر ایک مرکزی حیثیت سے جمع نہ ہو جائیں۔ پس مرکز مدینہ نہیں تھا، مرکز محمد رسول اللہ تھے۔ مرکز مکہ نہیں تھا، مرکز محمد رسول اللہؐ تھے۔ جہاں کہیں آپؐ جاتے تھے وہیں مرکز منتقل ہوتا تھا۔ آپ بیٹھتے تھے تو اسلام کا مرکز آپ کی ذات میں بیٹھتا تھا۔ آپ اٹھتے تھے تو اسلام کا مرکز آپ کی ذات میں اٹھتا تھا اور یہی وہ نکتہ تھا جو صحابہ کے عشق نے ہمیشہ کے لئے ہم پر حل کر دیا کہ محمدؐ رسول اللہ کے مرکز سے محبت اور آپ کی ذات میں اکٹھے ہونے کا نام ہی اسلامی وحدت ہے اور یہی توحید کا پیغام ہے جو آج ہمیں سب دنیا کر دینا ہے۔ مگر محمدؐ رسول اللہ کی امت کو پہلے دینا ضروری ہے کیونکہ سب سے زیادہ اس امت کا حق ہے کہ انہیں دوبارہ ازمنہ گزشتہ کی یاد دلا کر، ان زمانوں کے واسطے دے کر جن زمانوں میں محمدؐ رسول اللہ کی اولاد بھی تھی، آپ کے صحابہ بھی تھے اور کسی کے دل پھٹے ہوئے نہیں تھے۔ وہ تمام صحابہؓ جب حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو دیکھتے تھے تو ان کی نظریں عشق اور فدائیت سے ان پر پڑتی تھیں۔ ان کا ذکر دیکھو کیسے کیسے پیار سے حدیثوں میں محفوظ کئے گئے۔ کس طرح صحابہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے کندھوں پر سوار دیکھتے تھے۔ نماز میں سجدوں میں جاتے تھے تو اس طرح پیار سے ان کو اتار

وہ جس کے دل میں اہل بیت کا بغض ہے حقیقت میں اس کے دل میں محمدؐ رسول اللہ کا بغض ہے اور اسلام کا بغض ہے اور اس کی کوئی نیکی، حقیقی نیکی نہیں کہلا سکتی

دیا کرتے تھے، کس طرح ساتھ کھیلتے اور حرکت کرتے اور لاڈ اور پیار کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور یوں لگتا تھا کہ تمام صحابہ کی آنکھوں میں دل پگھل پگھل کر آ رہے ہیں۔ وہ طرز بیان بتاتی ہے کہ غیر معمولی عشق تھا۔

پس وہی اہل بیت ہیں، وہی صحابہ ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد تمہیں کیا جنون کودا ہے کہ انہی اہل بیت اور صحابہ کو ایک دوسرے کے دل پھاڑنے کے لئے استعمال کرنے لگے ہو۔ وہ تو محبتوں کے پیغامبر تھے، عشق کے سمندر تھے، تم نے انہیں نفرتوں کے سمندر میں تبدیل کر دیا ہے۔ پس آج امت محمدیہ کی یہ باتیں سمجھانے کی ضرورت ہے ورنہ یہ امت، امت محمدیہ کہلانے کی مستحق نہیں رہے گی۔ ابھی چند دنوں تک آپ دیکھیں گے کہ محرم کے جلوس کراچی میں بھی نکلیں گے، خیرپور میں بھی نکلیں گے، ملتان میں بھی نکلیں گے، بہاولپور میں بھی اور لاہور وغیرہ میں بھی اور ہر جگہ غیر معمولی طور پر پولیس کی طاقت دو نفرت کرنے والے سمندروں کے بیچ میں دیوار کی طرح حائل ہوگی اور پھر وہ یبغیان ہوں گے، وہ ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کریں گے اور ان دیواروں کو توڑ کر، ان کی نفرتیں پھلانگتی ہوئی دوسرے کے امن کو پارہ پارہ کر دیں گی۔ اور ان کی زندگیوں کو زہر آلود کر دیں گی۔ یہ کیا دن ہیں اور ان دنوں کے کیا تقاضے ہیں؟ اور یہ کیا حرکتیں ہیں جو ان دنوں میں کی جارہی ہیں؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن پر ظالم ملاں یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ نے نہ اہل بیت کی عزت کی نہ صحابہ کی۔ ان کی اہل بیت کی عزتیں تو ہر روز بر سر عام گلیوں میں پھرتی ہیں اور جو کچھ کسر رہ جاتی ہے کہ محرم کے دنوں میں طشت از بام ہو جاتی ہے۔ کچھ بھی لکا چھپا باقی نہیں رہتا۔ مگر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ اور آپ کے اہل بیت کے عشق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو پاکیزہ تحریریں ہیں ان پر مہریں لگائی گئی ہیں، ان پر تالے لگا دئے گئے ہیں۔ جو عشق کے اظہار ہیں انہیں اجازت نہیں کہ ان گلیوں میں کھل کر نکلیں۔ جو نفرتوں کے پیغام ہیں وہ گلیاں ان کی ہیں وہ صحن ان کے ہیں۔ جب چاہیں جس طرح چاہیں نفرتوں کا اظہار جس ملک میں چاہیں کرتے پھریں، یہ بڑا ظلم ہے، یہ ایک خودکشی ہے۔

پس آج کے خطبے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند تحریریں چنی ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور یہی آج امت کا علاج ہے کہ ایک ہی منہ سے صحابہ کے عشق کے قصے بھی بیان ہوں اور اہل بیت کے عشق کے قصے بھی بیان ہوں تاکہ پھر امت ان دو پاک ذرائع سے ایک ہاتھ پر اکٹھی ہو جائے۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عشق میں اور وہی مرکزیت اسلام کو دوبارہ نصیب ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

محمدؐ رسول اللہ کے مرکز سے محبت اور آپ کی ذات میں اکٹھے ہونے کا نام ہی اسلامی وحدت ہے اور یہی توحید کا پیغام ہے جو آج ہمیں سب دنیا کو دینا ہے

> "افسوس یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے تو امام حسین کو رتبہ ابنیت کا بھی نہیں دیا تھا"۔

یہ وہ عبارت ہے جس کو لے کر مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو امام حسین کے خلاف کیسی سخت زبان استعمال کی ہے۔ رتبہ ابنیت کا بھی نہیں دیا تھا، کہتے ہیں دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اولاد میں شمار نہیں کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت پوری پڑھتے تو ان کو پتہ چلتا کہ اگلے فقرے میں یہ فرمایا کہ:

> "آیت خاتم النبیین بتا رہی ہے کہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم" کہ محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں تو یہ اشارہ اس طرف ہے کہ حضرت امام حسن اور امام حسین ہی نہیں، صحابہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو جسمانی طور پر محمد رسول اللہؐ کا بیٹا ہو۔ اور ہر ایک وہ ہے جو روحانی طور پر آپ کا بیٹا بن سکتا ہے"۔

پس یہ تفریق دور کرنے کے لئے ایسا عظیم نکتہ امت محمدیہ کے سامنے پیش فرمایا کہ تم خون کے رشتے سے ابنیت کی باتیں چھوڑ دو کیونکہ قرآن کریم نے ہر رشتے سے ابنیت کی باتیں ختم کر دی ہیں سوائے روحانی رشتے کے۔ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" رسول کا رشتہ سب سے برابر کا رشتہ ہو جاتا ہے۔ اور اس رشتے سے جو روحانی بیٹا بنے گا اس کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی اور جو روحانی بیٹا نہیں بنے گا ظاہری تعلق بھی ان کے کام نہیں آ سکتا۔

یہ وہ مضمون تھا جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا اور ان ملانوں نے کیسے کیسے ظلم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف یہ غلط باتیں منسوب کیں کہ گویا نعوذ باللہ من ذالک آپ کے دل میں نہ صحابہ کی عزت تھی نہ اہل بیت کی تھی۔ اب میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں بتاتا ہوں کہ آپ کے نزدیک اہل بیت کا کیا مقام تھا اور صحابہ کا کیا مقام تھا۔ فرماتے ہیں:۔

> "حضرت عیسیٰؑ اور امام حسینؓ کے اصل مقام اور درجہ سے جتنا مجھ کو علم ہے دوسرے کو نہیں ہے"

اب عیسیٰؑ اور امام حسین کا کیا جوڑ ہے۔ نبیوں میں اپنی جان کی عظیم قربانی پیش کرنے میں عیسیٰؑ کو ایک عجیب مرتبہ اور عجیب مقام حاصل تھا۔ نبیوں میں وہ ایک منفرد مقام ہے جو محمد رسول اللہؐ سے پہلے گزرے ہیں جس طرح، جس شان کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ نے حق کی خاطر اپنی جان کی قربانی پیش کی ہے اور صلیب کی اذیتیں قبول کی ہیں۔ پس دیکھیں ایک عارف باللہ کا کلام کس طرح ان باتوں کو جوڑتا ہے جس طرف ایک ظاہری نظر رکھنے والے کا تصور بھی نہیں جا سکتا۔ فرماتے ہیں:۔

> "عیسیٰؑ اور امام حسینؓ کے اصل مقام و درجہ کا جتنا مجھے علم ہے دوسرے کو نہیں ہے کیونکہ جوہری ہی جوہر کی حقیقت کو سمجھتا ہے اس طرح پر دوسرے لوگ خواہ وہ امام حسینؓ کو سجدہ کریں مگر وہ ان کے رتبہ اور مقام سے محض ناواقف ہیں اور عیسائی خواہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا یا خدا جو چاہیں بنا دیں مگر وہ ان کے اصل اتباع اور حقیقی مقام سے بے خبر ہیں اور ہم ہرگز یہ باتیں تحقیر سے نہیں کہہ رہے"۔

ان کی تحقیر مراد نہیں بلکہ امر واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ مسیح کا جو حقیقی مرتبہ میرے دل پر روشن ہوا ہے اور حسین کا جو حقیقی مرتبہ میرے دل پر روشن ہوا ہے وہ ان کے سجدہ کرنے

M.A. AMINI TEXTILES
SPECIALISTS IN: FABRIC PRINTING, PRINTED CRIMPLENE, 90" PRINTED COTTON, QUILT COVERS, PRAYER MATS, BEDDINGS, BED SETTEE COVERS
PROVIDENCE MILL, 108 HARRIS STREET, BRADFORD BD1 5JA
TEL: 0274 391 832 MOBILE: 0836 799 469
81/83 ROUNDHAY ROAD LEEDS, LS8 5AQ
TEL: 0532 481 888 - FAX NO. 0274 720 214

والوں کے دلوں پر بھی روشن نہیں اور سجدہ کرنا خود بتاتا ہے کہ مقام سے بے خبر ہیں۔ پس اسی فقرہ میں اپنے کلام کی تائید میں ایک محکم دلیل بھی داخل فرما دی۔ وہ شان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"میں اس اشتہار کے ذریعے سے اپنی جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے"۔

یہ ہے اعلان حق۔ کوئی پرواہ نہیں کہ سنی اس سے خوش ہوتے ہیں یا ناراض ہوتے ہیں حالانکہ آپ اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے، اہل تشیع میں شامل نہیں تھے اور امام تو درحقیقت دونوں سے بالا تھا کیونکہ آپ نے حکم عدل کے طور پر دونوں کے درمیان فیصلے کرنے تھے۔ پس آپ دنیا کے خوف سے بالکل مستغنی اور بالا تھے۔ فرماتے ہیں:۔

"یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا تھا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے۔ مومن بننا کوئی سہل امر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کی نسبت فرماتا ہے "قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا" مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں"۔

پھر یزید کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں سے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کرتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے"۔

یہ حضرت حسینؓ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا موقف ہے اور ایک ایک

یہی آج امت کا علاج ہے کہ ایک ہی زبان سے، ایک ہی منہ سے صحابہؓ کے عشق کے قصے بھی بیان ہوں اور اہل بیت کے عشق کے قصے بھی بیان ہوں تا کہ پھر امت ان دو پاک ذرائع سے ایک ہاتھ پر اکٹھی ہو جائے

لفظ بتا رہا ہے کہ سچے دل کی آواز ہے جو بے ساختہ اور بلا تکلف دل سے بلند ہو رہی ہے:

"سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔ اس امام کا تقویٰ اور محبت اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس شخص کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے"۔

اب دیکھیں "عملی رنگ" نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ زبان کے دعووں کی بات نہیں ہو رہی۔ زنجیروں سے سینہ کوبی کی بات نہیں ہو رہی۔ فرمایا ہے جو عمل سے اس سے محبت کرتا ہے اور اپنے عمل سے اس کی محبت کو سچا ثابت کر دیتا ہے یعنی حسین کے رنگ اختیار کرتا ہے وہی سنت اپنا لیتا ہے جو حسین کی سنت تھی۔ فرماتے ہیں:۔

"کامیاب ہو گیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی کے طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے"۔

کون کونسے ہیں؟ ایمان، اخلاق، شجاعت یعنی بہادری، تقویٰ یعنی خدا خوفی، اور اپنی بات پر صبر کے ساتھ قائم ہو جانا اور کسی مخالفت کی پرواہ نہ کرنا یعنی استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش اپنے دل پر منعکس کرتا ہے اور انہیں اپنا لیتا ہے۔ "جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش" اپنے اندر لے لیتا ہے۔ یہ، اپنے اندر لے لیتا ہے، کے الفاظ پہلے گزر چکے ہیں اب میں نے وہی مسیح موعود صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے الفاظ دہرائے ہیں جو اس فقرے کے شروع میں تھے:

"یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو انہی میں سے ہے"۔ جو ویسا ہی دل رکھتا ہے ویسا ہی محبت الٰہی میں وہ پاک اور صاف کیا گیا ہے اور محبت کی آگ میں جلایا گیا ہے وہی ہے جو ان لوگوں کے حالات کو جانتا ہے۔ ان کے تجارب سے واقف ہے۔ غیر کی آنکھ باہر سے دیکھنے والی اس کی حقیقت کو پہچان نہیں سکتی۔

"دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تھی"۔ اب دیکھیں کیسا عظیم نکتہ ہے اور یہ محبت اور معرفت کی آنکھ سے ہی دکھائی دیتا ہے۔ یہ مجلسوں میں پڑھا جانے والا نکتہ تو نہیں ہے۔ فرماتے ہیں:

"یہی وجہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تھی کیوں کہ وہ شناخت نہیں کیا گیا"

ایک سو سال کے شیعوں کے ماتم ایک طرف اور یہ فقرہ ایک طرف۔ کیسی حقیقت کی روح پر انگلی رکھ دی ہے۔ اس کی شہادت کی یہی وجہ تھی کہ حسینؓ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ مگر افسوس کہ جیسا کہ وہ کل شناخت نہیں کیا گیا تھا ویسا ہی آج بھی شناخت نہیں کیا گیا، ورنہ حسین کے نام پر محمد رسول اللہؐ کے عشاق سے نفرتوں کی تعلیم نہ دی جاتی۔ اور محمد رسول اللہؐ کے عشاق حسین کا عذر رکھ کر ان سے محبت کرنے والوں سے نفرت کی تعلیم نہ دیتے۔ پس شناخت کا جہاں تک معاملہ ہے خدا کے پیارے تو بعض دفعہ نہ اپنے وقت پر شناخت کئے جاتے ہیں نہ بعد میں شناخت کئے جاتے ہیں۔ مگر وہی ان کو شناخت کرتا ہے جو ویسا دل رکھتا ہے، ویسا مزاج اس کو عطا ہوتا ہے، ویسی ہی فطرت ودیعت کی جاتی ہے، وہی ہے جو حقیقت میں شناخت کا حق رکھتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "یہی وجہ حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تھی کیوں کہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانے میں محبت کی تا حسین رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کی جاتی۔ یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی محبت نہیں کرتا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی میں آپ کے بڑے بڑے عشاق پیدا ہوئے۔ ہر نبی کے وقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی کچھ عشاق پیدا ہوئے مگر مراد یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ قومی طور پر بڑی تعداد میں بہت بعد میں آنے والے محبت کی باتیں کرتے ہیں لیکن وہ لوگ یا ان کے مزاج کے لوگ جو اس برگزیدہ کی زندگی میں اس زمانے میں ہوتے ہیں وہ اس کو نہیں پہچانتے اور یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم نے اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق رکھنے والی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ تم وہی ہو جس نے موسیٰ کو اذیتیں دیں۔ تم وہی ہو جو اس زمانے میں نبیوں کو قتل کیا کرتے تھے حالانکہ وہ تو دو ہزار سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ وہ، وہ کیسے ہو گئے۔ مراد یہ ہے کہ تم ایسے لوگ ہو کہ تمہاری سرشت ایسی ہے۔ اگر تم اس زمانہ میں ہوتے تو وقت کے مقدس انسان کو پہچان نہ سکتے اور ضرور اس کی دشمنی میں اس کی عزت اور جان کے درپے ہو جاتے لیکن اب تم اس کی محبت کی باتیں کرتے ہو۔ تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کا ذکر فرما رہے ہیں کہ یہ لوگ جب برگزیدہ لوگوں کی زندگی میں اس وقت سے حصہ پاتے ہیں تو کبھی ان کو پہچان نہیں سکے اور جب وہ وفات پا جاتے ہیں یا ویسے کسی وجہ سے ان سے دور ہٹ جاتے ہیں، زمانے بدل جاتے ہیں، اس وقت پھر یہ ان کی محبت کے گیت گاتے اور ان کے نام کو اچھالتے ہیں۔

"غرض یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے۔ جو شخص مجھے برا بھلا کہتا ہے یا لعن طعن کرتا ہے اس کے عوض میں کسی برگزیدہ اور محبوب الٰہی کی نسبت شوخی کا لفظ زبان پر لانا سخت معصیت سمجھتا ہوں"

فرمایا جو مجھے برا سمجھتا ہے، مجھ پر لعن طعن کرتا ہے اس کا بدلہ میں معصومین سے نہیں لیتا اور شوخی کے طور پر ان پر اپنا غصہ اتارنا ایک سخت لعنت کی بات سمجھتا ہوں، سخت گناہ سمجھتا ہوں

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اس میں کس ایماندار کو کلام ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما خدا کے برگزیدہ اور صاحب کمال اور صاحب عفت اور عصمت اور آئمۃ الہدیٰ تھے (یعنی ہدایت

MTV AHMADIYYA

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS

SKY

TV ASIA

VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD.
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.

S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740

RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

کے اماموں میں سے تھے) اور وہ بلاشبہ دونوں معنوں کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی آل تھے۔ خون کے لحاظ سے بھی آل تھے اور روحانی وراثت کے لحاظ سے بھی آل تھے۔ لیکن کلام اس بات میں ہے کہ کیوں آل کی اعلیٰ قسم کو چھوڑا گیا ہے اور ادنیٰ پر فخر کیا جاتا ہے۔ تعجب کہ اعلیٰ قسم امام حسن اور امام حسین کے آل ہونے کی اور کسی کے آل ہونے کی جس کی رو سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے روحانی مال کے وارث ٹھہرتے ہیں اور بہشت کے سردار کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ اس کا تو کچھ ذکر نہیں کرتے اور ایک فانی رشتے کو بار بار پیش کیا جاتا ہے"۔

یہ وہ نقص ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کی محبت رکھنے والوں کے تعلق میں بیان فرمارہے ہیں کہ ان کو اس پہلو سے اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ ان دونوں کا مرتبہ جس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان کو روحانی طور پر بہت اعلیٰ مراتب پر فائز فرما دیا وہ روحانی تعلق کی بناء پر تھا نہ کہ جسمانی رشتے کی بناء پر۔ ,آپ نے فرما دیا, سے یہ مراد ہے آپ نے ان کے اعلیٰ مراتب کی نشاندہی فرمائی اور ان کی شان میں بہت ہی پاکیزہ اور مقدس خیالات کا اظہار فرمایا۔ ان کو ان اعلیٰ مراتب پر فائز تو خدا نے فرمایا تھا مگر محمدؐ رسول اللہ کی زبان سے ہم نے اس کا ذکر سنا اس لئے آپ جب کہتے ہیں کہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے تو بلاشبہ یہ اللہ کا کلام ہے جو محمدؐ رسول اللہ پر نازل ہوا ہے ورنہ حضرت محمدؐ رسول اللہ اپنی طرف سے تو کسی کو سردار بہشت نہیں بنا سکتے تھے۔ تو مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپؐ کی نظر ان کے روحانی مراتب پر تھی، ہرگز اس بات پر نہیں تھی کہ چونکہ میری بیٹی کی اولاد میں سے ہوں گے یا بیٹی کی پشت سے پیدا ہونگے اس لئے یہ سردار بہشت ہیں۔ پس ان کا سرداران بہشت ہونا بتاتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا روحانی ورثہ پایا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں اس اعلیٰ بات کا ذکر تم نہیں کرتے اور محرم کے موقع پر یا ویسے مجالس میں خونی رشتے کی باتیں کرتے چلے جاتے ہو۔ اگر ایسا کرو گے تو دوسرے روحانی ورثہ پانے والوں کی طرف بھی محبت کی نگاہ پڑے گی، نفرت کی نگاہ ان پر نہیں

احمدی تو امن پیدا کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور احمدیوں سے آپ کبھی فساد کی بات نہیں دیکھیں گے

پڑ سکتی۔ یہی وجہ تفریق ہے۔ یہی بیماری ہے جس کی نشان دہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی اور جس طرف اب توجہ کرنا ضروری ہے۔ تمام شیعوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ اپنی مجالس میں جتنا چاہیں محبت کا اظہار کریں مگر اگر روحانی تعلق سے ایسا کریں تو پھر وہی روحانی تعلق کی باتیں ان کو حضرت ابو بکر سے بھی محبت پر مجبور کر دیں گی، حضرت عثمان سے بھی محبت پر مجبور کر دیں گی، حضرت عمر سے بھی محبت پر مجبور کر دیں گی۔ تمام صحابہ کے لئے ان کے دل میں محبت کے سوا اور کچھ نہیں رہے گا لیکن چونکہ جسمانی رشتے پر زور دیا جاتا ہے اور اس پہلو سے صحابہؓ کو کلیۃً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے جدا دکھایا جاتا ہے گویا ایک الگ قوم ہے جس کا آپ کے مقاصد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے یہ نفرتیں رفتہ رفتہ ان کے دلوں میں جاگزیں ہوئیں اور پھر بڑھتی چلی گئیں یہاں تک کہ بغض صحابہ ان کے ایمان کا حصہ بن گیا اور اس نے پھر یہ رد عمل دکھایا کہ سنیوں میں بھی سپاہ صحابہ جیسی چیزیں پیدا ہوئیں جن کے اعلیٰ مقاصد میں شیعوں کا خون بہانا اس قدر داخل ہو گیا جیسے اسلام کے دشمنوں کے خلاف جہاد صحابہ کے دلوں میں داخل تھا۔ صحابہ کے دلوں میں اسلام کے خلاف تلوار اٹھانے والوں کے مقابل پر جہاد کا ایک جوش پایا جاتا تھا۔ لیکن یہ ایک دفاعی جہاد تھا اس میں نفرتوں کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ ان نفرتوں کے خلاف جہاد تھا جن نفرتوں کا صحابہ کو نشانہ بنایا جا رہا تھا، محمدؐ رسول اللہ کو نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ لیکن یہ جو آج ہم دیکھ رہے ہیں یہ بالکل برعکس قصہ ہے سپاہ صحابہ کے دل میں شیعوں کی نفرت ہے جو موجزن ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ شیعوں میں سے کسی کا قتل یا ان میں سے کسی مجلسی کا قتل کرنا نہ صرف یہ کہ اللہ کے حضور ان کے لئے اعلیٰ مراتب کا ضامن ہو جائے گا بلکہ بعض ان میں سے مولوی یہ بیان کرتے ہیں کہ تم اگر ایسا کرو گے اور اس کوشش میں تم مارے جاؤ تو تم سرداران بہشت میں سے شمار ہو گے۔ تم دیکھنا کہ کیسے کیسے پاک وجود تمہارے استقبال کی جنت کے دروازوں تک آتے ہیں۔ ایسے ایسے لغو قصے بیان کئے جاتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ان قصوں کے ماننے والے دماغ کس قسم کے ہونگے، مگر ہمارے ملک میں بدقسمتی سے جہالت بہت ہے اور یہی جہالت ہے جو اس تفریق کو مزید ہوا دے رہی ہے اور ان فاصلوں کو بڑھا رہی ہے۔

پس محرم میں محبت کی اور باہم رشتوں کو باندھنے کی تعلیم دینی ضروری ہے اور جیسا کہ مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے حقیقت یہ ہے کہ اول زور روحانی تعلق پر دینا ضروری ہے اور پھر جسمانی طور پر اگر تعلق ہے تو اس تعلق میں اضافہ ہو گا، کمی نہیں ہو سکتی۔ یعنی جسمانی تعلق سونے پر سہاگے کا کام دے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے روحانی تعلق قائم ہو اور روحانی تعلق پر زور دیا جائے پھر زائد کے طور پر جب جسمانی رشتہ دکھائی دے گا تو لازماً سب کو محبت ہو گی۔

اس زمانہ میں اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سچا تعلق باندھنا ہے تو اس امام سے تعلق باندھے بغیر یہ سچا تعلق قائم نہیں ہو سکتا جو امام ان پیش گوئیوں کے مطابق آیا ہے جو محمدؐ رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں

پس سنیوں کو بجائے اس کے کہ نفرتوں کی تعلیم دیں اور ان کے جلوسوں پر حملہ آور ہوں اور طرح طرح سے ان کی راہیں روکیں یا کاٹیں یا ان پر بم پھینکیں یا زبان سے گندی گالیوں کی گولہ باری کریں۔ ان کا فرض ہے کہ ایسے موقع پر ان سے بڑھ کر صحابہ کے عشق کی باتیں کیا کریں اور ان میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اہل بیت کو جو صحابہ کا مرتبہ بھی رکھتے تھے، روحانی وارث بھی تھے اور روحانی وارثوں میں بھی بہت بلند مقام پر فائز تھے ان کا ذکر بھی کریں اور دوسرے صحابہ کا ذکر بھی کریں۔ صدیقوں کا ذکر بھی کریں اور شہیدوں کا ذکر بھی کریں اور کثرت سے درود اور سلام کی مجلسیں لگائیں اور اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں تو یہی دن کتنی برکت کے دن بن سکتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ دونوں طرف سے ان دنوں، نفرتیں پھیلانے کے لئے استعمال کیا جائے، دونوں ایک دوسرے کی نیکی کی باتوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کریں اور یہ بتائیں دنیا کو کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عشاق سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔ ہم اہل بیت سے دوسروں کی نسبت زیادہ پیار رکھنے والے ہیں۔ اہل بیت کے ترانے اگر سارے سنی گانے شروع کر دیں تو شیعوں کی آواز کو اس آواز میں ڈبو سکتے ہیں۔ اور زیادہ عشق کے ترانے گائیں، ان سے بلند تر آواز میں۔ اور ان کو بتائیں کہ محض محبت کی باتیں ہی کافی ہیں نفرت کی باتیں بیان کرنا ضروری نہیں۔ پس اس موقع کا اصل علاج یہ ہے۔ نہ پولیس علاج ہے نہ فوج علاج ہے، یہ علاج کتنے سالوں سے تم کرتے چلے آرہے ہو۔ آج تو کہہ دیتے ہو کہ ,را, کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، ہندوستان کی ایجنٹ ہیں جو یہ کام کروا رہے ہیں۔ کل تم کہا کرتے تھے کہ قادیانیوں کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔ احمدی ایجنٹ ہیں جو کروا رہے ہیں۔ بھٹو صاحب کے زمانے میں بھی یہی ہوا اور ضیاء کے زمانے میں تو باقاعدہ دستور بن گیا تھا کہ حکومت کی طرف سے نوٹیفکیشن جاری ہوتے تھے اور کہا جاتا تھا احمدیوں کی نگرانی کرو۔ بڑی سختی کے ساتھ تمام تر جاسوسی ان کے لئے وقف کر دو کیونکہ ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ محرم کے موقع پر احمدی شیعوں اور سنیوں میں فساد برپا کریں گے۔ اور ظلم کی حد، ہر دفعہ توجہ دشمن سے ہٹا کر دوستوں کی طرف کر دی جاتی۔

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

ساری احمدیت کی تاریخ اس بات کو جھٹلا رہی ہے اور کئی پولیس افسران ان تحریروں کو پڑھ کر یہ کہا کرتے تھے اور بعض احمدیوں کے سامنے بات بیان کی کہ ہماری حکومت پتہ نہیں پاگل ہو گئی ہے۔ ان کو پتہ نہیں کہ احمدیوں کا مزاج ہی یہ نہیں ہے۔ کبھی ہوا ہے آج تک کہ ان کی سو سالہ تاریخ میں کہ احمدیوں نے فساد برپا کئے ہوں؟۔ ایک پرامن جماعت ہے۔ ان کے خلاف فساد ہوئے ہیں، درست ہے۔ لیکن آج تک ایک بھی واقعہ ایسا نہیں ہے کہ جماعت احمدیہ نے کبھی دوسروں میں فساد کے خیالات پھیلائے ہوں یا کسی طرح فساد پھیلانے میں کسی

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں میں وہ سچائی ہے جو مومن کی پیشانی کے نور کی طرح آپ کے چہرے سے برس رہی ہے۔ آپ کی باتوں میں وہ سچائی ہے جو مشک کی طرح خوشبو رکھتی ہے اور خود بخود اٹھتی ہے اور فضا کو مہکا دیتی ہے

قسم کا دخل ہی دیا ہو۔ کامیابی تو دور کی بات ہے۔ کہتے ہیں اشارۃً یعنی بعض پولیس افسران کی بات کر رہا ہوں انہوں نے اپنی لمبی سروس کا حوالہ دے کر کہا کہ میں جانتا ہوں اس لمبے زمانے میں جو پولیس میں سروس کی ہے اور میں حلف اٹھا سکتا ہوں اس بات پر کہ احمدی مزاج میں فساد کرانا داخل نہیں۔ کبھی مجھے آج تک کسی احمدی میں بھی اشارۃً یہ بات دکھائی نہیں دی۔ تو کرتے کیا تھے، جنہوں نے شرارت کرنی ہوتی تھی ان پر سے توجہ ہٹا کر جو شرارت کے خلاف ہوا کرتے تھے ان کی طرف توجہ مرکوز کر دیا کرتے تھے اور پھر ان کو فساد کی کھلی چھٹی تھی جو ان میں فساد کر رہے تھے۔ زیر نظر احمدی ہیں اور فساد کرانے ہیں یا شیعوں نے یا سنیوں نے اور وہ پھر کھلم کھلا اپنی سازشیں کرتے اور فساد کرتے۔ اور فسادوں کے بعد ایک دفعہ بھی ان دشمن حکومتوں کو ایک ادنیٰ سی بات بھی ہاتھ نہ آئی کہ ثابت کر سکیں کہ یہ فساد احمدیوں نے کروایا تھا۔ مجھے یاد ہے انہی دنوں میں جب یہ کہا کرتے تھے کہ احمدیوں سے متنبہ رہو۔ کراچی میں ساری پولیس کی توجہ احمدیوں کی طرف تھی اور ادھر کراچی میں شیعوں کے امام باڑے جل گئے۔ شیعوں کو ان کے گھروں میں زندہ جلا دیا گیا تو کون لوگ گئے تھے وہاں۔ کیا کوئی احمدی تھا۔ تحقیق نے کیا ثابت کیا تھا۔ کہ احمدیوں کا کوئی دور سے بھی اس بات سے تعلق نہیں ہے۔

پس جب ایک قوم جھوٹ بولنے کی عادی ہو جائے اور عملاً جھوٹ کی پرستش کرنا شروع کر دے تو جھوٹ کی ساری تدبیریں اپنے ہی خلاف الٹا کرتی ہیں۔ احمدی تو امن پیدا کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور احمدیوں سے آپ کبھی فساد کی بات نہیں دیکھیں گے۔ اب آپ کہتے ہیں ,را, نے ایسا کیا۔ اب ,را, کیسے وہ دشمنیاں دلوں میں پیدا کر سکتی ہے جو تاریخ کے سینکڑوں سال گواہ ہیں کہ تمہارے دلوں میں مسلسل چلی آ رہی ہیں۔ کم از کم ایک ہزار سال گزر چکا ہے اس تاریخ کو کہ خود مسلمانوں نے مختلف وقتوں میں ایک دوسرے کے گھر جلائے ہیں۔ ایک دوسرے کی قبریں اکھاڑی ہیں۔ مردوں کو دوبارہ پھانسی دی گئی ہے اور ان کے پنجروں کو پھانسی پر لٹکایا گیا ہے۔ یہ ہلاکو خان کا واقعہ بھول گئے ہو۔ ایک سنی دور میں جب بعض شیعوں پر مظالم ہوئے ہیں تو اس کے ردعمل کے طور پر پھر شیعہ وزیر نے انتقام لیا اور اس نے ہلاکو خان کو دعوت دی کہ آؤ اور اس ملک پر قبضہ کرو۔ یہ تاریخ بتا رہی ہے۔ وہاں کونسی ,را, تھی جو اپنا کام دکھاتی تھی۔ میں ہندوستان کے حق میں بات نہیں کر رہا، میں کسی کے حق میں بھی بات نہیں کر رہا۔ نہ کسی کے خلاف بات کر رہا ہوں۔ میں یہ سمجھا رہا ہوں کہ حقیقت حال پر نظر رکھو۔ نفرتیں جہاں پرورش پاتی ہیں وہی جگہ ہے نگرانی کی اور ان نفرتوں کی پروش گاہوں میں اگر کوئی دشمن گھس کر مزید انگیخت کرے تو ایسی کوشش کر سکتا ہے اس سے انکار نہیں لیکن نفرتیں قائم ہیں تو کوششیں پھر ضرور کامیاب ہونگی۔ اور یہ عذر قابل تسلیم نہیں ہوگا کہ فلاں نے ایسا کروایا ہے۔ تم کرنے پر تیار بیٹھے تھے اور اس نے جو تلوار نیچے گری ہوئی تھی اٹھا کے تمہارے ہاتھوں میں تھما دی اس سے زیادہ تو اس کا کوئی کام نہیں۔ لیکن کرنے والے تم ہو، تمہاری نیتیں ہیں جن میں زہر گھلے ہوئے ہیں۔ وہ نیتیں ہیں جو ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتیں۔ وہ آنکھیں ہیں جو ایک دوسرے کو اچھا دیکھ نہیں سکتیں، ان نفرتوں کا علاج کرو۔ ان نظروں کو درست کرنے کی کوئی تدبیر کرو۔ ان دلوں سے نفرتیں ہٹا کر ان میں محبتوں کے رس گھولنے کی کوشش کرو۔ اس کے سوا کوئی علاج ہی نہیں ہے اور یہ علاج امام وقت تمہیں بتا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حکم عدل بن کر آئے تھے وہ سلیقہ سکھا رہے ہیں کہ دیکھو اس طرح صحابہ کی بھی تعریف کرو۔ اس طرح اہل بیت کی بھی تعریف کرو۔ ان پر بھی درود بھیجو، ان پر بھی درود بھیجو یہی ایک ذریعہ ہے امت کے اکٹھا ہونے کا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

> "یقیناً ہمارے نبی خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رب اعلیٰ کی دونوں صفات رحمانیت اور رحیمیت کے مظہر تھے پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم حقیقت محمدیہ جلالیہ کے وارث ہوئے جیسا کہ پہلے تجھے معلوم ہو چکا ہے"۔

اب ان صحابہ کے ذکر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل بیت یعنی خونی رشتے کے ذریعے منسلک اور دوسروں سب کا اکٹھا ذکر فرما رہے ہیں اور تمام صحابہ کی تعریف فرما رہے ہیں اس میں نعوذ باللہ اہل بیت اس تعریف سے خارج نہیں ہوئے۔ بلکہ جیسا کہ پہلے میں حوالہ دے چکا ہوں اول طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

> "پھر صحابہ حقیقت محمدیہ جلالیہ کے وارث ہوئے جیسا کہ تجھے معلوم ہو چکا ہے ان کی تلوار مشرکین کی جڑ کاٹنے کے لئے اٹھائی گئی اور مخلوق پرستوں کے ہاں ان کی ایسی کہانیاں ذکر ہیں جو بھلائی نہ جاسکیں گی۔ انہوں نے صفت محمدیہ کا حق ادا کر دیا"۔

اب صفت محمدیہ کو صحابہ میں رائج فرمایا ہے۔ یہ ایک بہت ہی اہم نکتہ ہے۔ وہ تمام صفات حسنہ جو خونی رشتوں میں تعلق رکھنے والے اہل بیت میں تھیں یا محض روحانی رشتہ میں بندھے ہوئے صحابہ میں تھیں وہ تمام خوبیاں نہ ان کی ذاتی تھیں، نہ ان کی ذاتی تھیں وہ صفت محمدیہ کے ان میں جاری ہونے کے نتیجہ میں تھیں۔ جو اس نکتہ کو سمجھ جائے وہ ایک کے مقابل پر دوسرے سے نفرت کر ہی نہیں سکتا کیونکہ صفت محمدیہ کی طرف پیٹھ دکھا کر صفت محمدیہ سے محبت نہیں کی جا سکتی۔ صفت محمدیہ پر حملہ آور ہوتے ہوئے صفت محمدیہ کے عشق کے گیت نہیں گائے جا سکتے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس اعلیٰ پیرائے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سیرت ہی کو صحابہ میں جلوہ گر دکھایا۔ فرمایا ہے وہاں بھی سیرت محمدیہ کام کر رہی ہے۔ اے سیرت محمدیہ کے عشاق! کیا تم سیرت محمدیہ سے دشمنی کرو گے؟۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دامن میں پناہ لو۔ اس پناہ کے سوا اور کوئی پناہ نہیں ہے۔ اور یہ پناہ امام وقت کے انکار کے ذریعہ میسر نہیں ہو سکتی

پس جہاں محمدی کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ "محمد رسول اللہ والذین معہ" وہاں اہل بیت یا غیر اہل بیت کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ اگر حسن ہے تو محمد کا حسن ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سیرت ہے تو محمد کی سیرت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور صحابہ میں اگر کوئی مدح کی بات پائی جاتی ہے تو محمد رسول اللہ کی سیرت کو اپنانے کے نتیجے میں ہے اور بعینہ یہی وجہ فضیلت کی اہل بیت میں پائی جاتی ہے اس کے سوا کوئی وجہ نہیں۔ پس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

> "اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اور ان کے تابعین کو اسم محمد کا مظہر بنایا اور ان کے ذریعے رحمانی جلالی شان ظاہر کی اور انہیں غلبہ عطا کیا اور پے در پے نعمتوں کے ذریعہ ان کی نصرت فرمائی"۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ذکر میں فرماتے ہیں:۔

> "صحابہ رضوان اللہ علیہم کے زمانے میں تو یقین کے چشمے جاری تھے اور وہ خدائی نشانوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور انہی نشانوں کے ذریعہ سے خدا کے کلام پر انہیں یقین ہو گیا تھا اس لئے ان کی زندگی نہایت پاک ہو گئی تھی"۔

اب یہ وہ حصہ ہے جس کی کمی کی وجہ سے ساری امت، کہلانے والی امت میں، یعنی رسول اللہ کی طرف منسوب ہونے والے لوگوں میں فساد پھیلا ہوا ہے۔ یعنی یہ وہ نکتہ ہے جس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے، جس پر عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ انہوں نے محمد رسول اللہ میں خدائی نشان دیکھے اور اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اس ذریعہ سے خدا کے کلام پر انہیں یقین ہو گیا تھا اس لئے ان کی زندگی نہایت پاک ہو گئی تھی۔ پس جنہوں نے الٰہی نشان دیکھے ہوں لازم ہے کہ ان کی زندگی پاک ہو اور پاک زندگیوں میں یہ بد نمونے دکھائی نہیں دے سکتے جو محرم کے دنوں میں آپ دیکھتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ پاک دلوں سے دوسرے پاکوں کے خلاف نفرت اور بغض کے کلمے اس طرح

نکلیں جس طرح پھوڑے سے پیپ نکلتی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ پاک وجود صحت مند وجود ہوتا ہے اس میں گندی پیپ کے پالے ہوئے پھوڑے نہیں ہوا کرتے۔ پس جب صحابہ کے خلاف شیعوں کی مجالس میں سخت قسم کی ظالمانہ زبان استعمال کی جاتی ہے تو یہ دلوں کے پھوڑے ہیں جو سارا سال پکتے رہتے ہیں اور وہ پیپ اس وقت پھٹ کر اچھل اچھل کر باہر نکلتی ہے اور بہت ہی بدبو دار مواد ہے جو باہر نکل کے گلیوں میں آتا ہے اور ساری فضا کو یہ بدبو دار کر دیتا ہے۔ دوسری طرف مقابل کے دیکھیں۔ اگر وہ ان کے مقابلہ کرنے والے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سچائی کے نشان دیکھ کر اپنے دلوں کو پاک کر چکے ہوتے تو ایسے موقع پر استغفار سے کام لیتے۔ گند کا جواب گند سے نہ دیتے بلکہ ان کے لئے دعا گو ہو جاتے،

سچا امام جن رستوں کی طرف بلاتا ہے ان رستوں سے انکار خود کشی کے مترادف ہو جایا کرتا ہے

ان پر زیادہ شفقت کرتے، ان کو سمجھانے کے لئے سارا سال کاروائیاں کرتے اور دلائل کی دنیا میں ان کو گھسیٹ کر لاتے اور دلائل کے میدانوں میں یہ فیصلے کرتے۔ بجائے اس کے کہ تلوار کے میدان میں ایسے فیصلے کئے جائیں۔ پس ادھر بھی وہ پاک نمونے نہیں ہیں ادھر بھی وہ پاک نمونے نہیں ہیں۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے سچا تعلق باندھنا ہے تو اس امام سے تعلق باندھے بغیر یہ سچا تعلق قائم نہیں ہو سکتا جو امام ان پیش گوئیوں کے مطابق آیا ہے جو محمد رسول اللہؐ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں۔ وہ تعلق جو تیرہ سو سال میں تم کاٹ بیٹھے، وہ تعلق تیرہ سو سال کے بعد دوبارہ جوڑنے کے وقت آئے اور آسمان سے وہ رسی نیچے کی گئی جس رسی سے ہاتھ جدا ہو چکے تھے۔ اب ایک ہی راہ ہے کہ اس رسی کو دوبارہ مضبوطی سے پکڑ لو اور پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دامن میں پناہ لے لو اس پناہ کے سوا اور کوئی پناہ نہیں ہے۔ اور یہ پناہ امام وقت کے انکار کے ذریعہ میسر نہیں ہو سکتی۔ یہ پناہ صرف اس صورت میں نصیب ہو سکتی ہے اگر امام وقت کو تسلیم کرو، اس سے محبت کا رشتہ باندھو، کیونکہ یہی محبت کا رشتہ سلسلہ وار خدا تک پہنچے گا۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سچی محبت تمہارے دلوں میں پیدا کرے گا۔ صحابہ کی سچی محبت کے سلیقے تمہیں سکھائے گا۔ اہل بیت کی سچی محبت کی روح تمہیں عطا کرے گا۔ یہ صاحب عرفان محبت ہوگی جس کے نتیجہ میں پاک عمل پیدا ہوتا ہے۔ یہ ایسی محبت ہوگی جس کے نتیجہ میں دل پاک کئے جاتے ہیں اور پاک دل ایک دوسرے سے نفرت نہیں کیا کرتے۔ پاک دل آپس میں بٹ نہیں جایا کرتے بلکہ ایک ہاتھ پر جمع ہو جاتے ہیں۔ اور امت محمدیہ کو دوبارہ ایک ہاتھ پر جمع کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے جس امام کو بھیجا ہے وہی ان روحانی رشتوں کا ضامن بن کر آیا ہے۔ وہی ان روحانی رشتوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی بن کر بھیجا گیا ہے۔ تم اس کی نداء پر کان دھرو اور اطاعت اور محبت کے ساتھ اس کے حضور اپنے دلوں کو ان معنوں میں جھکا دو کہ جس طرف وہ بلاتا ہے وہ دل لپکتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے اس طرف دوڑیں۔

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس طرف وہ ان دلوں کو بلا رہا ہے یعنی تم سب کے دلوں کو وہ محمدؐ رسول اللہ کا رستہ ہے اس کے سوا اور کوئی رستہ نہیں۔ اسی کا نام صراط مستقیم ہے، اسی سے وحدت ملی عطا ہوتی ہے۔ اسی سے تفرقے پھر وحدت کی لڑیوں میں پروئے جاتے ہیں۔ پس آپ سب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر لبیک کہیں اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دور کی باتیں ہیں تو ان نصیحتوں پر تو عمل کریں یا بتائیں کہ ان میں کیا نقص ہے۔ ان سے بہتر بات تو پیش کر کے دکھائیں۔ آپ تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہی ہیں جو حکم عدل بن کر آئے تھے اور تمہارے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنے والے تھے اب آپ کے فیصلے میں نے تمہیں سنا دئے ہیں۔ ان فیصلوں سے بہتر فیصلے کر کے تو دکھاؤ۔ بتاؤ تو سہی کہ اس سے زیادہ اور کون سی پاک اور مؤثر راہ ہو سکتی ہے جو مسلمانوں کے بٹے ہوئے دلوں کو پھر ایک ہاتھ پر اکٹھے کر سکتی ہے۔ پس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا اب تمہارے اختیار کی یا ہاں یا نہ کی بات نہیں رہی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سچا امام جن رستوں کی طرف بلاتا ہے ان رستوں سے انکار خود کشی کے مترادف ہو جایا کرتا ہے۔ تو انکار کرو گے بھی تو باتیں وہی ماننی پڑیں گی جو مسیح موعود کہتے ہیں۔ ان باتوں سے بہتر باتیں تمہارے فرشتے بھی سوچ نہیں سکتے۔ کیونکہ یہ خدا کا کلام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ذریعہ آپ کی برکتوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل پر نازل ہوا۔ جو وحدت کے رستے آپ نے بتائے ہیں ان کے سوا اور کوئی وحدت کا رستہ نہیں۔ پس اس رستے سے آؤ یا اس رستے سے آؤ۔ طوعاً آؤ یا کرہاً آؤ۔ تم نے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اگر بیعت نہیں کرنی تو باتوں کو تو لازماً ماننا پڑے گا۔ اور اگر نہیں مانو گے تو اسی طرح بٹے رہو گے۔ اسی طرح ایک دوسرے کے خلاف نفرتوں کی تعلیم دیتے رہو گے۔ نفرتوں کی منادی کرتے رہو گے اور ہر سال بجائے اس کے کہ محرم امت محمدیہ کو ایک کرنے کا عظیم الشان نظارہ دکھائے ہر سال یہ محرم آپ لوگوں کو اور زیادہ متفرق کرتا چلا جائے گا۔ آپ کے دلوں کو اور زیادہ پھاڑتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عقل دے، ہوش دے اور وہ سچی باتیں جو ایک صاف اور پاک دل کو صاف دکھائی دیتی ہیں۔ کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ سچ تو خود اس طرح بولتا ہے کہ مومن کی پیشانی سے برستا ہے۔ سچ تو خود اس طرح بولتا ہے جیسے مشک خوشبو دیتا ہے۔ پس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں میں وہ سچائی ہے جو مومن کی پیشانی کے نور کی طرح آپ کے چہرے سے برس رہی ہے۔ آپ کی باتوں میں وہ سچائی ہے جو مشک کی طرح خوشبو رکھتی ہے اور خود بخود اٹھتی ہے اور فضا کو مہکا دیتی ہے۔ پس ان باتوں پر غور سے کان دھرو اور ان کو اپنے دلوں میں جگہ دو۔ یہی ایک رستہ امت کو دوبارہ وحدت کی لڑیوں میں پرونے کا رستہ ہے۔ اس کے سوا اور کوئی رستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ تاریخ احمدیت از صفحہ ۱۶

بقیہ تاریخ احمدیت از صفحہ ۱۶

وغیرہ) کے جلد چھپنے اور شائع ہونے کی ایک صورت پیدا ہوگی۔ ہم نے سنا ہے کہ اس وقت تک سراج منیر کا طبع ہونا عدم موجودگی زر کے سبب معرض التوا میں ہے اور اس کے مصارف طبع کے لئے آمد قیمت سرمہ چشم آریہ کا انتظار ہے۔ یہ بات صحیح ہے تو مسلمانوں کی حالت پر کمال افسوس ہے کہ ایک شخص اسلام کی حمایت میں تمام جہان کے اہل مذہب سے مقابلہ کے لئے وقف اور فدا ہو رہا ہے پھر اہل اسلام کا اس کام کی مالی معاونت میں یہ حال ہے۔ شاید ان خام خیالوں کو یہ خیال ہوگا کہ مرزا صاحب اپنے دس ہزار روپیہ کی جائداد جس کو انہوں نے مخالفین اسلام کو مقابلہ پر انعام دینے کے لئے رکھا ہوا ہے فروخت کر کے صرف کر لیں تو پیچھے کو وہ ان کو مالی مدد دیں گے۔ ان کا واقعی یہی خیال ہے تو ان کا حال اور بھی افسوس کے لائق ہے"۔

مشہور عیسائی اخبار نور افشاں (٦ جنوری ۱۸۸۷ء) نے "سرمہ چشم آریہ" پر ان الفاظ میں تبصرہ لکھا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کتاب نے آریہ سماج کو پورے طور پر بے نقاب کرتے ہوئے اسے پاش پاش کر دیا ہے۔ کتاب کے فیصلہ کن دلائل کا رد کرنا قطعی طور پر ناممکن ہے۔

حکیم ابو تراب عبدالحق صاحب ایڈیٹر اہلسنت امرتسر نے اخبار "اہلسنت" (۲۰ فروری، یکم مارچ ۱۹۲۱ء) میں لکھا:

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جیسے قرآن مجید خود معجزہ عطا کیا، ویسے دیگر معجزات بھی عطا فرمائے تھے۔ جیسے معجزہ شق القمر جس کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مناظرہ پنڈت مرلیدھر سے ہوا تھا۔ جس کی تفصیل "سرمہ چشم آریہ" میں موجود ہے اور پنڈت جی لاجواب ہو گئے تھے اور شکست اٹھائی تھی"۔

mta- Muslim Television Ahmadiyya

Al Shirkatul Islamiyyah, 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL
Tel : +44 (0)81 870 0922 Fax : +44 (0)81 870 0684

Satellite	EUTELSAT II F3	STATSIONAR 21	STATSIONAR 4	GALAXY 2
Area	Europe, North Africa	Asian, Middle East, Eastern Europe, East Africa Regions	South America, Africa and European Regions	North America, Canada
Position	16° East	103° East	14° West	74° West
Transponder	37	7 (C-Band)	7 (C-Band)	11
Frequency	11.575 GHz	3725 MHz	3725 MHz	36 MHz
Polarity	Vertical	Right Hand circular	Right Hand circular	Horizontal
Format	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	625 Lines PAL Colour	NTSC
Audio Sub-Carriers				
Urdu	6.5 MHz	6.5 MHz	6.5 MHz	6.2 MHz
English	7.02 MHz	7.02 MHz	7.02 MHz	-
Arabic	7.20 MHz	7.20 MHz	7.20 MHz	-
Bosnian*	7.38 MHz	7.38 MHz	7.38 MHz	-
Russian*	7.56 MHz	7.56 MHz	7.56 MHz	-
German*	7.74 MHz	7.74 MHz	7.74 MHz	-
French	7.92 MHz	7.92 MHz	7.92 MHz	-
Turkish*	8.10 MHz	8.10 MHz	8.10 MHz	-
London Time	13.00 - 16.00 (Daily)	07.00 - 19.00 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)	13.30 - 14.30 (Fridays Only)

* On special occasions only

Radio = Short Wave Band Radio, 25 Meter Band, Digital Frequency 11695
Timings: 13.30 - 14.30 London Time (Fridays Only). For Asian Countries only.
From 1 April '94: 16 Meter Band, Digital Frequency 17765

All timings and frequencies are subject to change without notice.

اکرام ضیف

(بشیر احمد خان رفیق)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کا نزول ہوا تو غار حراء سے نہایت گھبراہٹ کی حالت میں مکہ تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کو فرمایا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو۔ جب آپ کی طبیعت میں کچھ سکون پیدا ہوا تو آپ نے حضرت خدیجہؓ کو نزول وحی کا واقعہ سنایا اور فرمایا "خدیجہ! مجھے خوف محسوس ہوتا ہے" حضرت خدیجہؓ نے جواب دیا "خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ تو صلہ رحمی کرنے والے، کمزوروں کا بوجھ اٹھانے والے، دنیا سے معدوم اخلاق پر عمل کرنے والے، اور حقیقی مصیبتوں پر لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں"۔ (بخاری کتاب الوحی کیف بدء الوحی)۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی گواہی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک خاص وصف مہمان نوازی کا تھا۔ اور یہ اعلیٰ اخلاق میں سے ایک نہایت پسندیدہ خلق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی پر نظر ڈالنے سے یہ بات نمایاں طور پر نظر آتی ہے کہ آپ نہ صرف خود مہمان نوازی فرمایا کرتے تھے بلکہ اپنے صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کو بھی مہمان نوازی کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو اپنے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے اور جو اسوہ محمدیؐ پر قدم بقدم چلنے والے تھے بھی مہمان نوازی کے خلق عظیم سے متصف تھے۔ اکرام ضیف پر نہ صرف خود عمل پیرا ہوتے بلکہ اپنے مریدوں اور زوجہ محترمہ کو بھی تاکیداً اکرام ضیف کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا انداز تلقین کس قدر خوبصورت، مؤثر اور دل پذیر تھا اس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل واقعہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان کرتے ہیں:۔

"جب میں ۱۹۰۱ء میں ہجرت کر کے قادیان چلا آیا اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لایا اس وقت میرے دو بچے محمد منظور عمر ۵ سال، عبدالسلام عمر ایک سال تھے۔ پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے وہ کمرہ رہنے کے واسطے دیا جو حضور کے اوپر والے مکان میں حضور کے رہائشی صحن اور کوچہ بندی کے اوپر والے صحن کے درمیان تھا۔ اس میں صرف دو چھوٹی چارپائیاں بچھ سکتی تھیں۔ چند ماہ ہم وہاں رہے اور چونکہ ساتھ ہی کے بر آمدہ اور صحن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ اہل بیت رہتے تھے اس واسطے حضرت مسیح موعودؑ کے بولنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کے لئے حضرت ام المومنینؓ حیران ہو رہی تھیں کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پر ہے اب ان کو کہاں ٹھیرایا جائے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سنایا۔ چونکہ میں بالکل ملحقہ کمرے میں تھا اور کواڑوں کی ساخت پورانے طرز کی تھی جن کے اندر سے آواز بآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی ہے۔ اس واسطے میں نے اس سارے قصہ کو سنا۔

فرمایا. دیکھو ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہو گئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب کوئی بستی اسے دکھائی نہ دی اور وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اس درخت کے اوپر ایک پرند کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو یہ مسافر جو ہمارے آشیانہ کے نیچے زمین پر آ بیٹھا ہے یہ آج کی رات ہمارا مہمان ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اس کے ساتھ اتفاق کیا اور ہر دو نے مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس ہمارے مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں ہم اپنا آشیانہ ہی توڑ کر نیچے پھینک دیں تاکہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کر کے نیچے پھینک دیا۔ اس کو مسافر نے غنیمت جانا اور ان سب لکڑیوں کے تنکوں کو جمع کر کے آگ جلائی اور تاپنے لگا۔ تب درخت پر اس پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اس کے واسطے سینکنے کا سامان مہیا کیا۔ اب ہمیں چاہئے کہ اسے کچھ کھانے کو بھی دیں اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھالے۔ چنانچہ ان پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا"۔

(ذکر حبیب مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ـ ۸۵ تا ۸۷، اشاعت دسمبر ۱۹۳۶ء قادیان)

○ ۔ آپؑ اپنے خدام کو بھی اس وصف کے پیدا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"چونکہ آدمی بہت ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ کسی کی ضرورت کا علم (اہل عملہ کو) نہ ہو۔ اس لئے ہر ایک شخص کو چاہئے کہ جس شے کی اسے ضرورت ہو بلا تکلف کہہ دے۔ اگر کوئی جان بوجھ کر چھپاتا ہے تو وہ گنہگار ہے۔ ہماری جماعت کا اصول ہی بے تکلفی ہے"۔

(ملفوظات جلد ۷ ـ ۱۰۲)

○ ۔ مہانوں کے آرام کا کس قدر خیال رہتا تھا اور ان کے آرام و آسائش کے لئے خود اپنی ذات پر کس طرح سختی فرمایا کرتے تھے اس کے چند واقعات درج کرتا ہوں۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ جو آپ کے خاص رفقاء میں شمار ہوتے ہیں، فرماتے ہیں:۔

" ایک دفعہ دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانہ میں آکر انہوں نے خادمان سے کہا کہ ہمارے بستر اتارے جائیں اور سامان لایا جائے۔ چارپائی بچھائی جائے۔ خادموں نے کہا آپ خود اپنا اسباب اتروائیں۔ چارپائیاں بھی مل جائیں گی۔ دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہو گئے اور فوراً یکہ میں سوار ہو کر واپس روانہ ہو گئے۔ میں نے مولوی عبدالکریم صاحب سے ذکر کیا تو مولوی صاحب فرمانے لگے جانے بھی دو ایسے جلد بازوں کو۔ حضورؑ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا حضور ان کے پیچھے نہایت تیز قدم چل پڑے۔ چند خدام بھی ہمراہ تھے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ نہر کے قریب پہنچ کر ان کا یکہ مل گیا اور حضور کو آتا دیکھ کر وہ یکہ سے اتر پڑے۔ اور حضور نے انہیں واپس چلنے کے لئے فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے۔ حضور نے یکہ پر سوار ہونے کے لئے انہیں فرمایا اور کہ میں ساتھ ساتھ چلتا ہوں مگر وہ شرمندہ تھے اور وہ سوار نہ ہوئے۔ اس کے بعد مہمان خانہ میں پہنچے حضور نے خود ان کے بستر اتارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر خدام نے اتار لیا۔ حضور نے اسی وقت دو نواری پلنگ منگوائے اور ان پر ان کے بستر کرائے اور ان سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے اور خود ہی فرمایا کیونکہ اس طرف چاول کھائے جاتے ہیں اور رات کو دودھ کے لئے پوچھا۔ غرضیکہ ان کی تمام ضروریات اپنے سامنے مہیا فرمائیں اور جب تک کھانا آیا وہیں ٹھہرے رہے"۔

(اصحاب احمد جلد چہارم ـ ۱۰۰، ۱۰۱۔ مرتبہ ملک صلاح الدین ایم۔ اے۔ اشاعت مئی ۱۹۹۱ء)

—○ ○—

○ ۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر بہت سے آدمی آئے تھے جن کے پاس کوئی پارچہ سرمائی نہ تھا۔ ایک شخص نبی بخش نمبردار ساکن بٹالہ نے اندر سے لحاف بچھونے کے واسطے منگوانے شروع کئے اور مہمانوں کو دیتا رہا۔ میں عشاء کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بغلوں میں ہاتھ دئے بیٹھے تھے۔ اور ایک صاحبزادہ جو غالباً حضرت خلیفة المسیح الثانی تھے پاس لیٹے تھے اور ایک شتری چوغہ انہیں اوڑھا رکھا تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ نے بھی اپنا لحاف بچھونا طلب کرنے پر مہمانوں کے لئے بھیج دیا۔ میں نے عرض کی کہ حضور کے پاس کوئی پارچہ نہیں رہا اور سردی بہت ہے۔ فرمانے لگے کہ مہمانوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہئے اور ہمارا کیا ہے رات گزر جائے گی۔ نیچے آکر میں نے نبی بخش نمبردار کو بہت برا بھلا کہا کہ تم حضرت صاحب کا لحاف بچھونا بھی لے آئے۔ وہ شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ جس کو دے چکا ہوں اس سے کس طرح واپس لوں۔ پھر میں مفتی فضل الرحمان صاحب یا کسی اور سے ٹھیک یاد نہیں رہا لحاف بچھونا مانگ کر اوپر لے گیا۔ آپ نے فرمایا کسی اور کو دے دو۔ مجھے تو اکثر نیند بھی نہیں آیا کرتی۔ اور میرے اصرار پر بھی آپ نے نہ لیا اور فرمایا کسی مہمان کو دے دو۔ پھر میں لے آیا"۔

(اصحاب احمد جلد چہارم ـ ۱۳۳)

—○ ○—

○ ۔ "آپ کی عادت تھی کہ مہمانوں کے لئے دوستوں سے پوچھ پوچھ کر عمدہ سے عمدہ کھانے پکواتے کہ کوئی عمدہ کھانا بتاؤ جو دوستوں کے لئے پکوایا جائے۔ حکیم حسام الدین صاحب سیالکوٹی میر حامد شاہ صاحب مرحوم کے والد تھے۔ ضعیف العمر آدمی تھے ان کو بلایا اور فرمایا کہ میر صاحب کوئی عمدہ کھانا بتلایئے جو مہمانوں کے لئے پکوایا جائے۔ انہوں نے کہا میں شب دیگ عمدہ پکوانی جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا اور ایک مٹھی روپیوں کی نکال کر ان کے آگے رکھ دی انہوں نے بقدر ضرورت روپے اٹھا لئے اور آ کر انہوں نے بہت سے شلجم منگوائے اور چالیس پچاس کے قریب کھونٹیل لکڑی کی بنوائیں۔ شلجم چھلوا کر کھونٹیوں سے کوچے لگوانے شروع کئے اور ان میں مصالحہ اور زعفران وغیرہ ایسی چیزیں بھروائیں پھر وہ دیگ پکوائی جو واقعہ میں بہت لذیذ تھی اور حضرت صاحب نے بھی بہت تعریف فرمائی اور مہمانوں کو کھلائی گئی"۔

(اصحاب احمد جلد چہارم ـ ۱۱۵، ۱۱۶)

—○ ○—

○ ۔ "میں قادیان میں بیت مبارک سے ملحق کمرے میں ٹھہرا ہوا تھا۔ میں ایک دفعہ سحری کھا رہا تھا حضور تشریف لے آئے۔ دیکھ کر فرمایا۔ آپ دال سے روٹی کھا رہے ہیں اور اسی وقت منتظم کو بلایا اور فرمانے لگے کہ آپ سحری کے وقت دوستوں کو ایسا کھانا دیتے ہیں۔ یہاں ہمارے ہاں جس قدر احباب ہیں وہ سفر میں ہیں۔ ہر ایک سے دریافت کرو کہ ان کو کیا کیا چیز کھانے کی عادت ہے اور وہ سحری کو کیا کیا چیز پسند کرتے ہیں۔ ویسا ہی کھانا ان کے لئے تیار کیا جائے۔

OPEN 7 DAYS A WEEK FOR
FREE DELIVERY
081-877 0469/1040
PIZZA
PASTA
BURGERS
MILK SHAKES
FRIED CHICKEN
ARNEY'S
164 GARRAT LANE,
LONDON SW18 4DA
SPECIALISTS IN HOME DELIVERY

SUPPLIERS OF ALL CROCKERY, CUTLERY AND DISPOSABLE CROCKERY FOR WEDDINGS, PARTIES AND OTHER SOCIAL FUNCTIONS
ABBA
CATERING SUPPLIES
081 574 8275 / 843 9797
1A Greenford Avenue,
Southall, Middx UB1 2AA

پھر منتظم میرے لئے اور کھانا لایا۔ مگر میں کھانا کھا چکا تھا اور آذان بھی ہو گئی تھی۔ حضور نے فرمایا آذان جلد دی گئی ہے اس کا خیال نہ کرو"۔

(اصحاب احمد جلد چہارم ۔ ۱۲۹)

—○○—

○ ۔ آپ کو خدام کی دلداری کس قدر محبوب تھی اس کی جھلک مندرجہ ذیل واقعہ میں ملاحظہ کریں۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب مزید فرماتے ہیں:۔

"ایک مقدمہ کے تعلق سے میں ایک دفعہ گورداسپور میں رہ گیا تھا۔ حضور کا پیغام پہنچا کہ واپسی میں مل کر جائیں۔ چنانچہ میں اور شیخ نیاز احمد صاحب ایک دوست اور مفتی فضل الرحمان صاحب قادیان کو یکے میں روانہ ہوئے۔ بارش سخت تھی اس لئے یکے کو واپس کرنا پڑا۔ اور ہم بھیگتے رات کے دو بجے کے قریب قادیان پہنچے۔ حضور اسی وقت باہر تشریف لے آئے۔ ہمیں چائے پلوائی اور بیٹھے باتیں پوچھتے رہے۔ ہماری سفر کی تمام کوفت جاتی رہی۔ پھر حضور تشریف لے گئے"۔

(اصحاب احمد جلد چہارم ۔ ۱۰۳)

—○○—

○ ۔ "ایک دفعہ میں قادیان سے رخصت ہونے لگا اور حضور نے اجازت دی۔ پھر فرمایا کہ ٹھہر جائیں۔ آپ دودھ کا گلاس لے آئے اور فرمایا پی لیں۔ شیخ رحمت اللہ صاحب بھی آ گئے۔ پھر ان کے لئے بھی دودھ کا گلاس لائے اور پھر نہر تک ہمیں چھوڑنے کے لئے تشریف لائے اور بہت دفعہ حضور نہر تک ہمیں چھوڑنے کے لئے تشریف لاتے"۔

(اصحاب احمد جلد چہارم ۔ ۱۲۱)

—○○—

○ ۔ حضرت میاں عبداللہ سنوری صاحبؓ فرماتے ہیں کہ:۔

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ بیت الفکر میں (مسجد مبارک کے ساتھ والا حجرہ جو حضرت صاحب کے مکان کا حصہ ہے) لیٹے ہوئے تھے اور میں پاؤں دبا رہا تھا کہ حجرہ کی کھڑکی پر لالہ شرمپت یا شائد لالہ ملاوا مل نے دستک دی۔ میں اٹھ کر کھڑکی کھولنے لگا مگر حضرت صاحب نے بڑی جلدی اٹھ کر تیزی سے جاکر مجھ سے پہلے زنجیر کھول دی اور پھر اپنی جگہ جاکر بیٹھ گئے اور فرمایا آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہئے"۔

(سیرت المہدی حصہ اول ۔ ۷۲، مرتبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اشاعت ۱۹۳۵ء طبع دوم)

حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب فرماتے ہیں:۔

○ ۔ "ایک دفعہ عاجز راقم لاہور سے چند یوم کی رخصت پر قادیان آیا ہوا تھا کہ حضور نے عاجز راقم کی خاطر ایک ٹوکرا آموں کا منگوایا اور مجھے اپنے کمرہ (نشست گاہ) میں بلا کر فرمایا کہ مفتی صاحب! یہ میں نے آپ کے واسطے منگوایا ہے۔ کھالیں۔ میں کتنے کھا سکتا تھا۔ چند ایک میں نے کھالئے اس پر تعجب سے فرمایا کہ آپ نے بہت تھوڑے کھائے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا۔ غالباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہوگا۔ مجھے حضرت صاحب نے مسجد مبارک میں بٹھایا جو کہ اس وقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ فرمایا کہ آپ بیٹھئے میں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں ۔ یہ کہہ کر اندر تشریف لے گئے۔ میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے مگر چند منٹ کے بعد جب کہ کھڑکی کھلی، تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اٹھائے ہوئے میرے لئے کھانا لائے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کھانا کھائیے میں پانی لاتا ہوں۔ بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب حضرت ہمارے مقتدا، پیشوا ہو کر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہئے"۔

(ذکر حبیب ۔ ۳۲۶، ۳۲۷، مؤلفہ مفتی محمد صادق صاحبؓ)

—○○—

حضرت بابو غلام محمد صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ مارچ ۱۸۹۷ء میں ہم لاہور کے متعدد نوجوان جن میں ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب، مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری اور چوہدری شہاب الدین صاحب بھی شامل تھے۔ قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گول کمرہ میں ہمارے لئے ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد چارپائیاں تقسیم ہوئیں۔ میری چارپائی پر چوہدری شہاب الدین صاحب نے قبضہ کر لیا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

"ٹھہرئے! میں آپ کے لئے اور چارپائی لاتا ہوں چنانچہ حضرت صاحب تشریف لے گئے مگر جب کافی دیر گزر گئی اور چارپائی نہ آئی تو میں نے حضور کے مکان کے صحن کے دروازہ سے جو اندر جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص جلدی جلدی چارپائی بن رہا ہے اور حضور اس کے پاس بیٹھے ہوئے دیا ہاتھ میں لے کر اسے روشنی کر رہے ہیں۔ حضور کی یہ حالت دیکھ کر مجھے بہت شرم آئی۔ میں آگے بڑھا اور یہ عرض کی کہ حضور دیا مجھے پکڑا دیں مگر حضور نے فرمایا کہ اب تو ایک ہی پھیرا باقی ہے حضور کے یہ اخلاق دیکھ کر مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میرے آنسو نکل آئے"۔

(لاہور تاریخ احمدیت ۔ ۲۰۹، مؤلفہ شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگر مل) اشاعت فروری ۱۹۶۶ء)

—○○—

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ:۔

"ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خرچ نہ رہا۔ ان دنوں جلسہ سالانہ کے لئے چندہ ہو کر نہیں جاتا تھا۔ حضور اپنے پاس سے ہی صرف فرماتے تھے۔ میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لئے کوئی سامان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔ چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہمانوں کے لئے سامان بہم پہنچایا"۔

(اصحاب احمد جلد چہارم ۔ ۱۱۵)

—○○—

حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگل پوری جو بہار کے رہنے والے تھے اور پٹنہ ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اور اپنے زمانہ کی مشہور شخصیت تھے۔ ۱۸۸۷ء میں حضرت اقدس کی ملاقات کے لئے قادیان تشریف لائے اور حضور سے ملاقات کی۔ آپ نے اپنے خیالات اور قلبی جذبات کا اظہار ایک رسالہ "تائید حق" میں بدیں الفاظ کیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مرزا صاحب کی مہمان نوازی کو دیکھ کر مجھ کو بہت تعجب سا گزرا۔ ایک چھوٹی سی بات لکھتا ہوں جس سے سامعین ان کی مہمان نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھ کو پان کھانے کی بری عادت تھی امرتسر میں تو مجھے پان ملا لیکن بٹالہ میں مجھ کو پان کہیں نہ ملا۔ ناچار الائچی وغیرہ کھا کر صبر کیا۔ میرے امرتسر کے ایک دوست نے کمال کیا کہ حضرت مرزا صاحب سے نہ معلوم کس وقت میری اس بری عادت کا تذکرہ کر دیا۔ جناب مرزا صاحب نے گورداسپور ایک آدمی کو روانہ کیا۔ دوسرے دن گیارہ بجے دن کے جب کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔ سولہ کوس سے پان میرے لئے منگوایا گیا تھا"۔

(بحوالہ اصحاب احمد جلد چہاردہم ۔ ۴۸ اشاعت نومبر ۱۹۷۰ء ربوہ)

—○○—

○ ۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی مولانا ابوالنصر مرحوم ۲ مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے لئے قادیان تشریف لے گئے۔ قادیان سے واپس جاکر انہوں نے اخبار "وکیل" امرتسر میں ایک مضمون لکھا۔ فرماتے ہیں:۔

"میں نے اور کیا دیکھا؟ قادیان دیکھا۔ مرزا صاحب سے ملاقات کی۔ مہمان رہا۔ مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہئے......... اکرام الضیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی۔ چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک نے بھائی کا سا سلوک کیا .... مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے .... مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقع دیا "ہم آپ کو اس وعدہ پر اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتہ قیام کریں"۔

(الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء، ۔ ۱۰، ۱۱، تاریخ احمدیت جلد ۳ ۔ ۴۰۹ تا ۴۱۱)

—○○—

○ ۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ پشاوری فرماتے ہیں کہ " ایک دفعہ میں اور عبدالرحیم خان صاحب پسر مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوری مسجد مبارک میں کھانا کھا رہے تھے جو حضرت صاحب کے گھر سے آیا تھا۔ ناگاہ میری نظر کھانے میں ایک مکھی پر پڑ گئی مجھے چونکہ مکھی سے طبعاً شدید نفرت ہے میں نے کھانا ترک کر دیا۔ اس پر حضرت کے گھر کی ایک خادمہ کھانا اٹھا کر واپس لے گئی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت حضرت صاحب اندرون خانہ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ خادمہ حضرت صاحب کے پاس سے گزری تو اس نے حضرت صاحب سے یہ ماجرا عرض کر دیا۔ حضرت نے فوراً اپنے سامنے کا کھانا اٹھا کر اس خادمہ کے حوالے کر دیا کہ یہ لے جاؤ اور اپنے ہاتھ کا نوالہ بھی برتن میں ہی چھوڑ دیا۔ وہ خادمہ خوشی خوشی ہمارے پاس کھانا لائی اور کہا لو حضرت صاحب نے اپنا تبرک دے دیا ہے"۔

(سیرت المہدی حصہ دوم ۔ ۲۵، مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ اشاعت دسمبر ۱۹۲۷ء ناشر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان)

—○○—

○ ۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے بیان کیا:۔

"ایک دن دوپہر کے وقت ہم مسجد مبارک میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ کسی نے اس کھڑکی کو کھٹکھٹایا جو کوٹھری سے مسجد مبارک میں کھلتی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود تشریف لائے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک طشتری ہے جس میں ایک ران بھنے ہوئے گوشت کی ہے ۔ وہ حضور نے مجھے دی۔ اور حضور خود واپس تشریف لے گئے۔ اور ہم نے بہت خوشی سے اسے کھایا۔ اس شفقت اور محبت کا اثر اب تک میرے دل میں ہے"۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم غیر مطبوعہ)

○ ۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

" دو چار برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔ میں دوپہر کے وقت وہاں چارپائی پر لیٹ گیا۔ حضرت صاحب ٹہل رہے تھے۔ میں ایک دفعہ جاگا تو آپ فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا آپ کیوں اٹھے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں۔ میں اوپر کیسے سوئے رہوں۔ مسکرا کر فرمایا۔ میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے"۔

(سیرت مسیح موعودؑ مؤلفہ عرفانی صاحب)

○ ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"یہ صفت (یعنی مہمان نوازی) آپ میں اتنی نمایاں تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر وقت مہمانوں کی آمد کے لئے چشم براہ رہتے ہیں۔ اور جب بھی کوئی مہمان آتا تھا خواہ غریب ہو یا امیر آپ کے دل کی کلی شگفتہ ہو کر پھول کی طرح کھل جاتی تھی۔ اور آپ اس کے آنے پر ہر رنگ میں دلی خوشی کا اظہار کرنے اور ہر ممکن طریق سے آنے والے مہمان کو آرام پہنچانے کی فکر میں لگ جاتے تھے"

—○○—

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد!

(پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی)

بزرگوں کا ذکر کرتے ہوئے میں ایک ایسے بزرگ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جنہیں عام لوگ شاید بزرگ نہ مانیں! میری مراد گیانی واحد حسین صاحب سے ہے۔ گیانی صاحب اپنی وضع کے صوفی تھے۔ آپ نے ساری عمر سکھوں میں یا دیہاتوں میں دعوت الی اللہ کا کام کرتے گزاری۔ گیانی صاحب اتنے سادہ اور دیہاتی لگتے تھے کہ کسی کے سان گمان میں بھی یہ بات نہ آتی تھی کہ یہ شخص کوئی عالم فاضل شخص ہے۔ پنجابی بھی ٹھیٹھ سکھوں والی بولتے تھے۔ گورمکھی تو ظاہر ہے انہیں خوب آتی تھی۔ گرنتھ صاحب کے شبد پڑھتے یا ان کی اصطلاح میں شاید بانی کہتے ہیں بانیاں پڑھتے تو کسی کو گمان بھی نہ گزرتا کہ کوئی غیر سکھ بھی اتنی مہارت سے گرنتھ صاحب کا پاٹھ کر سکتا ہے۔ گیانی صاحب کو ہم نے قادیان میں بھی دیکھا اور پھر ربوہ میں بھی۔ ہمیں ان کے وجود میں چھپے ہوئے صوفی سے بہت محبت تھی۔ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد!

گیانی صاحب اور اباجی کا گہرا ساتھ تھا۔ ربوہ کے اردگرد اور خاص طور پر ضلع جھنگ کے علاقہ میں جہاں جہاں نئی جماعتیں قائم ہوئیں وہ انہی دو تین دوستوں کی کوششوں کا پھل تھا۔ تیسرے بزرگ حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ (سبز پگڑی والے) تھے۔ جب اصلاح وارشاد مقامی کے پاس کوئی جیپ یا گاڑی نہ تھی یہ تینوں دوست پاپیادہ ہر گاؤں میں پہنچتے تھے۔ چک منگلا، چنڈ بھروانہ اور اردگرد کی جماعتیں گواہ ہیں کہ کوئی رکاوٹ ان مربیان کی راہ میں حائل نہیں ہوتی تھی۔ گیانی صاحب، اباجی اور مولوی محمد حسین صاحبؓ تینوں دوست تہمد باندھتے، دیہاتیوں کی طرح دیہاتیوں میں بیٹھتے، ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے اور انہیں پیغام حق پہنچاتے تھے۔

گیانی صاحب نے عمر بھر وصیت نہیں کی۔ اباجی نے ایک دوبار کہا مگر ٹال گئے۔ کہتے تھے میں اس قابل نہیں کہ وصیت کا عہد نبھا سکوں! عام قبرستان میں دفن ہیں۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل اباجی سے کہنے لگے دیکھو میں عام قبرستان میں لیٹا تمہیں آتے جاتے دیکھتا رہوں گا۔ جب بھی سڑک سے گزرو تو ہارن دے کر مجھے خبردار کر دیا کرنا۔ چنانچہ اباجی کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ فیصل آباد کی طرف جیپ کا رخ کرتے تو قبرستان کے مقابل پہنچ کر ہارن ضرور بجاتے تھے کہتے تھے "ہمارا یار یہاں سویا ہوا ہے"۔

گیانی صاحب جیسی پنجابی بولنے والا پھر کوئی نہ ملا اور نہ ہی ویسی پنجابی پھر سننے میں آئی۔ ان کے بیٹوں میں سے بڑے بیٹے برادرم ڈاکٹر مرزا محی الدین نے زوآلوجی یا باٹنی میں کسی موضوع پر پی ایچ ڈی کی اور اب کینیڈا میں آباد ہیں۔

گیانی صاحب انتہائی بذلہ سنج آدمی تھے۔ بات سے بات نکالنا انہیں خوب آتا تھا۔ تقریر میں بھی مزاح کی پھلجڑیاں چھوڑتے تھے۔ گھنٹوں تقریر کرتے اور لوگ انہماک سے سنتے تھے۔ ہمیں یاد ہے کہ ربوہ کے ابتدائی دنوں میں ریلوے اسٹیشن کے میدان میں جلسے ہوتے تھے۔ ایک جلسہ میں گیانی صاحب نے تقریر کی۔ چھوٹے بڑے، خورد، بزرگ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ہر شخص نے اپنے ذوق کے مطابق حظ اٹھایا۔ پنجابی زبان میں تقریر کرنا بڑا نازک کام ہے کیونکہ اس زبان کے بعض محاوروں کے ڈانڈے فحش گوئی سے جا ملتے ہیں۔ مگر یہ قدرت گیانی صاحب کو حاصل تھی۔ ان کی تقریر میں مزاح تو بہت ہوتا تھا مگر باتیں ثقہ ہوتی تھیں۔ کوئی شخص ان کے کسی حرف پر انگلی نہیں رکھ سکتا تھا۔ پھر ہم نے چک منگلا کے جلسوں میں بھی گیانی صاحب کی تقریریں سنیں۔ وہاں بھی یہی عالم دیکھا کہ دیہاتی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے۔ اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ گیانی صاحب محض تقریر نہیں کر رہے ہوتے تھے، دعوت الی اللہ ان کا مشن تھا۔ مشکل سے مشکل اور گہرے سے گہرے مسائل پر سادہ، عام فہم اور عوامی زبان میں اظہار خیال کرنا ان پر ختم تھا۔

ایک بار چک منگلا کے سالانہ جلسہ پر جاتے ہوئے ہم نے تفنن کے طور پر ان سے پوچھا کہ کل آپ جلسہ میں کس موضوع پر تقریر کریں گے۔ فرمانے لگے "رسوں کے موضوع پر" ہم نے حیران ہو کر پوچھا "یہ کیا موضوع ہوا؟" کہنے لگے "یہی تو بات ہے کہ دیہاتی لوگ اپنے ترتراتے گھی کے پراٹھے بھول کر رسوں اور ڈبل روٹیوں کے ناشتے پر آ گئے ہیں اسی لئے تو ان کے ایمانوں میں بھی طراوت اور تازگی کی بجائے یبوسیت آ گئی ہے! اور اگلے روز واقعی گیانی صاحب نے اس موضوع پر اتنی گہری باتیں کیں کہ لوگ ہنستے ہنستے بے حال ہو گئے۔ تقریر کیا تھی انشائیہ تھا۔ وہی بلاغت، وہی کنائے اور وہی گہرائی!۔

اصلاح وارشاد مقامی کا ذکر آیا تو چوہدری فتح محمد صاحب سیال یاد آئے۔ چوہدری صاحب قادیان میں اس شعبہ کے انچارج تھے اور ربوہ میں بھی رہے۔ نہایت مخلص اور نہایت نڈر۔ قادیان کے زمانہ میں ان کے پاس ایک لمبی سے گاڑی ہوتی تھی۔ پتہ نہیں اس کا مارک کیا تھا مگر تھی عجوبہ! کہتے تھے اس گاڑی کو صرف کرم الٰہی چلا سکتا ہے۔ کرم الٰہی ان کا ڈرائیور تھا۔ قادیان کے اردگرد گاؤں میں جہاں اور کوئی شے نہیں پہنچ سکتی تھی کرم الٰہی گاڑی لے کر پہنچ جاتا تھا۔ ہمیں بھی ایک دوبار اس گاڑی میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا مگر پھر کبھی خواہش نہیں ہوئی۔ اس میں اور سامان کے علاوہ ایک پھاوڑا بھی موجود رہتا تھا۔ جہاں کہیں کوئی نالہ راستہ کاٹتا یہ بیلچے لے کر کود پڑتے اور پاٹ کر راستہ بنا لیتے۔ تقسیم سے قبل چوہدری صاحب پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تو ان کی ساری انتخابی مہم اسی گاڑی میں طے ہوئی! اس کے بونٹ میں انجن نہیں کوئی جن تھا!۔

چوہدری صاحب عجیب نیک بزرگ آدمی تھے۔ ہم نے ان کی جوانی کا زمانہ تو نہیں دیکھا مگر جوانی کے زمانہ کی گواہی تحدیث نعمت میں پڑھی ہے۔ "میں اپنے لاہور کے طالب علمی کے زمانہ سے چودھری صاحب کو اچھی طرح جانتا تھا اور ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کالج کے زمانہ میں بھی وہ اچھی غذا کے عادی تھے۔ یچن کے دو وقت کے کھانے کے علاوہ دودھ اور پھل وغیرہ باقاعدہ استعمال کرتے تھے۔ ان کی طبیعت میں شوقینی نہیں تھی۔ بہت سادہ مزاج تھے لیکن زمیندار طبقہ میں سے تھے اور ہاتھ کھلا تھا....."

دوسرا اقتباس ملاحظہ ہو: "مرزا بدرالدین صاحب امریکن مشن ہائی سکول سیالکوٹ میں استاد تھے۔ میں ان کا شاگرد رہ چکا تھا۔ چند سال بعد انگلستان بیرسٹری کی تعلیم کے لئے تشریف لائے۔ جب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ووکنگ سے لندن آ گئے تو مرزا بدرالدین صاحب سے ان کی ملاقات ہوئی۔ مرزا صاحب جماعت احمدیہ میں تو شامل نہ تھے مگر حسن ظن رکھتے تھے۔ چوہدری صاحب کے بڑے مداح تھے۔ میں نے کئی دفعہ ان سے چوہدری صاحب کی نسبت سنا کہ یہ شخص انسان نہیں فرشتہ ہے"۔ یہ باتیں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے لکھی ہیں ان پر کسی تبصرہ کی ضرورت یا گنجائش نہیں!۔

۱۹۴۷ء میں چوہدری صاحب سیاسی قیدی ہو گئے۔ سب دوست ایک ہی جیل میں رہے۔ اباجی (مولانا احمد خان نسیم مرحوم) چاچا جی عبدالعزیز بھامڑی، چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ۔ اباجی اکثر اس بات کا ذکر کیا کرتے تھے کہ جیل کے ایک کونے میں ایسے قیدی علیحدہ رکھے گئے جنہیں ایگزیمہ تھا۔ مبادا وہ دوسروں کو خارش لگا دیں۔ مگر چوہدری صاحب سارا دن ان قیدیوں کے ساتھ گزارتے اور بلا دھڑک ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے تھے۔ کہتے تھے آخر یہ لوگ انسان ہیں انہیں اچھوتوں کی طرح رکھنا کون سی انسانیت ہے؟ جب یہ لوگ رہا ہو کر پاکستان آنے لگے تو وہ لوگ رو رو کر ہلکان ہو گئے کہ ہمارا دکھ درد کا ساتھی ہمیں چھوڑے جا رہا ہے۔

ربوہ میں بھی پہلے پہل چوہدری صاحب نے اسی قسم کی ایک لمبی گاڑی خریدی۔ پھر رفتہ رفتہ انجمن نے انہیں ایک جیپ لے دی۔ ربوہ کے اردگرد کی جماعتوں سے رابطہ رکھنے کے لئے گاڑی کا ہونا ضروری تھا اور اس جیپ اور اس کے ڈرائیور ملک احمد خان نے خوب خوب خدمت کی۔ چوہدری صاحب کی وفات کے بعد اباجی ان کی جگہ مقرر ہوئے۔ احمد خان بدستور وہ جیپ چلاتے رہے۔ مگر اباجی کے انتقال کے بعد احمد خان نے جیپ کی ڈرائیوری ہی چھوڑ دی۔ اب خدا معلوم کہاں ہیں۔ جہاں ہیں اللہ انہیں خوش رکھے آمین۔

تقسیم ہند کا ذکر آیا تو اپنی ہجرت یاد آئی۔ ہمارے گھروں کے سامنے بابا فضل محمدؓ ہرسیاں والے کے مکانوں کے قریب ملٹری کے ٹرکوں کا قافلہ کھڑا تھا۔ سواریاں لد رہی تھیں۔ ایک ٹرک میں ہمیں جگہ ملی۔ امی، پھوپھی جی، دادی اماں اور محلہ کی دیگر مستورات اسی ٹرک میں سوار تھیں۔........

ہمارے چچا مرزا عبدالرؤف صاحب قادیان کے ہردلعزیز معالج تھے، پولیس کو مطلوب تھے۔ انہیں قادیان سے بحفاظت نکالنا اباجی اور چاچاجی عبدالعزیز بھامڑی کی ذمہ داری تھی چنانچہ وہ اس ذمہ داری کو ہمارے ساتھ ٹرک پر بٹھا کر سبک دوش ہوئے۔

ڈاکٹر مرزا عبدالرؤف صاحب اب کیمبل پور میں ڈیرہ لگائے بیٹھے ہیں اور شفا بانٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں مریض ان کے ہاتھوں شفایاب ہو چکے ہیں۔ مگر عجیب لوگ ہیں علاج بھی انہی سے کراتے ہیں اور کہیں احمدیوں کے خلاف ہنگامہ کا موقع آئے تو لوٹتے بھی انہی کو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا احمدی ڈاکٹروں سے عجیب سلوک ہے!

قادیان کے ایک اور معالج بھائی محمود احمد صاحب تھے۔ وہ سرگودھا میں آ کر بیٹھے۔ دست شفا کی وجہ سے علاقہ میں ان کا شہرہ ہوا۔ اللہ نے خوب دیا۔ ۱۹۵۳ء میں لوٹے گئے، ۱۹۷۴ء میں لوٹے گئے مگر اللہ کے فضل سے بھائی جی کی اولاد ڈاکٹر حافظ مسعود احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا، اتنا دیا کہ اب اس چھوٹی سی دکان کی جگہ پوری مارکیٹ کھڑی ہے! لوگ مارتے بھی انہی کو ہیں مگر خود مرنے لگتے ہیں تو علاج کے لئے بھاگتے بھی انہی کی طرف ہیں!

حافظ مسعود احمد صاحب سے تو ہم نے علاج نہیں کروایا۔ بھائی جی کا علاج ہمیں یاد ہے۔ ذرا اونچ نیچ ہوتی اور اکثر ہوتی رہتی تھی تو مرزا عبدالرؤف صاحب یا بھائی جی کا علاج ہی رہتا تھا۔ اللہ ان لوگوں کو جزا دے۔ بھائی جی تو اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ حافظ مسعود احمد صاحب ان کا چراغ روشن کئے بیٹھے ہیں!۔

والدین اور سیکرٹریان وقف نو توجہ فرمائیں!

۱۹۸۷ء میں پیدا ہونے والے واقفین نو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی تاریخ پیدائش کے لحاظ سے سات سال کے ہو رہے ہیں۔ اب انہیں حدیث نبویؐ کے مطابق نماز کی ادائیگی کی طرف پیار سے توجہ دلانا شروع کر دیں۔ (جزاکم اللہ)

(از وکالت وقف نو)

SELF SERVICE/
COIN OPERATED
LAUNDERETTE AND DRY
CLEANING FACILITIES

J & L LAUNDERETTE

159 PARK ROAD
KINGSTON UPON THAMES

TOWNHEAD PHARMACY
31 TOWNHEAD,
KIRKINTILLOCH,
GLASGOW G66 3JW

FOR ALL YOUR
PHARMECUTICALS
NEEDS PHONE:

041 777 8568
FAX 041 7776 7310

شذرات

(م ۔ ا ۔ ح)

ہمارے مخالفین روز اول سے ہی جماعت احمدیہ، اس کے مقدس بانی اور اکابر کے بارے میں نہ صرف جھوٹ بولنے کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ دلائل کے میدان میں شکست کھا جانے کے بعد ان کے پاس کذب و افتراء اور تمسخر و استہزاء کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہا۔ نور خدا کو پھونکیں مارنے والے ان "علمائهم" نے اسلام کی بنیادی تعلیم، حق گوئی کو بالائے طاق رکھ کر تلبیس، تحریف، دشنام اور یاوہ گوئی کو اختیار کیا اور یہ سمجھتے رہے کہ شاید اس طرح وہ سعید روحوں کو سچائی سے منحرف کر سکیں گے اور ستم یہ ہے کہ اپنی ان ابلیسی کارروائیوں کو اسلام کی خدمت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ شیخ نجدی کے یہ شاگرد کبھی شیخ الشیوخ اور کبھی فضیلۃ الشیخ کا لبادہ اوڑھتے ہیں اور کبھی مبلغ اور مجاہد کے روپ میں ان باطل حربوں سے لیس ہو کر اپنی ڈیوٹی ادا کرنے کے لئے کاروان احمدیت کی گرد کا پیچھا کر رہے ہیں۔

ان میں سے ایک طائفہ "تحفظ ختم نبوت" کی آڑ میں ہر سال انگلستان میں جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کے قریب یہاں پر آباد مسلمانوں میں احمدیت کے خلاف زہر افشانی سے اپنے سوختہ کلیجوں کو ٹھنڈا کرتے ہیں اور بدبخت یہ نہیں جانتے کہ ان کے سامعین جب ان کے پھیلائے ہوئے جھوٹ کی تحقیق کرتے ہیں تو ان میں سے کئی سعادت مند احمدیت کی صداقت کو قبول کر لیتے ہیں۔

گزشتہ سالوں کی طرح آج بھی بولہبی سرشت والے یہ سابق احراری اور موجودہ ختم نبوت کے محافظ مختلف شہروں کا دورہ کر رہے ہیں اور نام نہاد تبلیغی کانفرنسوں کے اعلان کے ساتھ عوام الناس کو جماعت احمدیہ کے خلاف مشتعل کرنے کے لئے بے سروپا جھوٹ اور تاریخی غلط بیانیوں کے شوشے چھوڑ رہے ہیں۔ آج ہم ان کے ایک ایسے جھوٹ کا پول کھولتے ہیں اور انہیں چیلنج کرتے ہیں کہ سامنے آئیں اور اپنی ریش و عمامہ کا دفاع کریں۔ ساتھ ہی ہم ان خدا ترس، بے تعصب اور متلاشی حق قارئین سے اپیل کرتے ہیں کہ ہمارے پیش کردہ حقائق ان مفتریوں کے سامنے رکھیں اور ان سے جواب طلب کریں تاکہ جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچایا جائے۔

ختم نبوت سنٹر لندن کے ایک کارکن عبدالرحمن یعقوب باوا نے جمعہ یکم جولائی ۱۹۹۴ء کو ریڈنگ کی جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے اس من گھڑت جھوٹ کو دہرایا ہے کہ ۱۹۵۳ء میں احمدیوں کے خلاف شورش اور فسادات میں بارہ ہزار مسلمانوں نے اپنی جان کی قربانی دی تھی۔ (روزنامہ جنگ لندن، ۳ جولائی ۱۹۹۴ء) ۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ دروغگو را حافظہ نہ باشد، یہ احراری شرپسند اس تعداد کو مختلف بیانوں میں بڑھاتے چڑھاتے رہتے ہیں۔ باوا صاحب کے ایک ساتھی عزیز الرحمٰن جالندھری نے "تعارف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت" کے صفحہ ۲ پر ۱۹۵۳ء کی تحریک کے ضمن میں لکھا ہے "دس ہزار مسلمان شہید ہوئے، ایک لاکھ گرفتار اور دس لاکھ متاثر ہوئے" (شعبہ نشر و اشاعت، دفتر مرکزیہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان)۔

اس بے بنیاد پراپیگنڈے سے غرض یہ ہے کہ اس تحریک کو مسلمانوں کی طرف سے احمدی جماعت کے خلاف جہاد قرار دے کر اس میں مرنے والوں کو شہید بنایا جائے اور ہلاک شدگان کی تعداد میں اس قدر مبالغہ کیا جائے کہ ایک ناواقف سیدھا سادھا آدمی خواہ مخواہ اشتعال آ جائے اور اس بے جا غم و غصہ کو برطانوی احمدیوں کے خلاف استعمال کیا جائے۔

اب آیئے دیکھیں کہ حقیقت کیا ہے؟ اس تحریک کے "اسلامی مقاصد" کے بارے میں تو مورخ فیصلہ دے چکا ہے کہ یہ سراسر سیاسی سازش اور ملک میں بدامنی اور عدم استحکام پھیلانے کی ایک مذموم کوشش تھی جس میں قیام پاکستان کے دشمن احراریوں اور مودودیوں کو روپے پیسے کے عوض استعمال کیا گیا تھا۔ معروف محقق جناب احمد سلیم نے اپنی کتاب "عدلیہ کا سیاسی کردار" میں لکھا ہے:۔

"ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے انکشاف کیا (ہے) کہ ۱۹۵۳ء کی اینٹی قادیانی تحریک کا اسلامی مقاصد سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ اس کا آغاز چند مذموم مقاصد کے تحت کیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دلوانے کی بجائے یہ پہلا مارشل لاء لگوانے پر منتج ہوئی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قادیانی مخالف تحریک کی قیادت جو علماء کر رہے تھے (احراری اور مودودی) ان کی اکثریت پاکستان کی پرزور مخالف رہی تھی۔ مجلس احرار مذہبی سیاسی جماعت تھی اور آل انڈیا سیاسی سطح پر یہ کانگرس کی اتحادی تھے۔ جوں جوں تحریک آگے بڑھی، دوسرے مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء بھی اس میں شامل ہوتے گئے"۔

(بحوالہ روزنامہ مشرق، کراچی، ۱۵ مئی ۱۹۹۴ء)

ان واقعات کی تفصیل یوں ہے:

۱۹۵۲ء میں احراریوں، مودودیوں اور دوسرے سابق پاکستانی دشمنوں نے حکومت وقت کے خلاف ایک تحریک شروع کی۔ کچھ سیاسی طالع آزما بھی شامل ہو گئے۔ اس وقت چونکہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ پاکستان کی مرکزی حکومت کے وزیر خارجہ تھے اس لئے حکومت کو گرانے کے لئے چوہدری صاحب کے احمدی ہونے کی بناء پر ان کی برطرفی کا مطالبہ کیا گیا اور ساتھ ہی احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی شق بڑھا دی گئی۔ اس تحریک میں احراریوں کے مخالف احمدیت تجربہ کو خوب استعمال کیا گیا اور ملک بھر میں آگ لگا دی گئی اور بالآخر ملاؤں کی ایک مجلس عمل نے براہ راست اقدام کی دھمکی دی جس سے ملک میں بدامنی، فساد اور تخریب کاری مقصود تھی۔ فروری / مارچ ۵۳ء میں اس راست اقدام کے نتیجہ میں آتش زنی، قتل و غارت اور لوٹ مار کا ایک طوفان آ گیا۔ انتظامیہ اور قانون نافذ کرنے والے ادارے بے بس ہو گئے۔ فوج بلائی گئی، مارشل لاء لگا اور صورت حال قابو میں آئی۔

اس کے بعد حکومت پنجاب نے ہائی کورٹ کے دو ممتاز ججوں پر مشتمل ایک کمیشن مقرر کیا جس نے طویل کارروائی کے بعد فسادات کی وجوہ، نوعیت اور ذمہ داری کا تعین کیا اور ان میں زخمی ہونے یا وفات پانے والوں کی تعداد معلوم کی اور فسادیوں نے جو نجی یا سرکاری املاک کا نقصان کیا تھا، اس کی تفصیل دی۔ یہ دونوں جج یعنی جسٹس محمد منیر اور جسٹس ملک الرحمٰن کیانی، عدلیہ کے انتہائی ذمہ دار ارکان تھے اور سواد اعظم کے ہم عقیدہ۔ تحقیقاتی عدالت نے ہر شہری کو حاضر ہو کر یا تحریر کے ذریعہ واقعات اور حقائق بیان کرنے کا موقعہ دیا اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آج کے ان دروغگو ملاؤں کے معنوی اجداد نے بر سر عدالت خوب خوب غلط بیانیاں کیں اور ججوں کی جرح کے نتیجہ میں خوب خوب رسوا ہوئے۔ اس انکوائری کی سرکاری طور پر شائع کردہ رپورٹ موجود ہے۔ جو چاہے ملاحظہ کر لے۔

اس رپورٹ کی رو سے مجلس عمل کے ڈائریکٹ ایکشن کے دوران ملاؤں کی انگیخت پر ان کے تربیت کردہ جو غازیان اسلام حکومت وقت سے ٹکرائے وہ:

○ "ایک بے قابو حیوانوں کے جتھے بن کر، قتل، غارت گری، لوٹ مار، آتش زنی میں مصروف تھے اور عام شہری دہشت سے گھروں کے اندر چھپ گئے تھے"۔

(تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ، انگریزی۔ ۱۸۴)

○ "احمدیوں پر بالخصوص قاتلانہ حملے کئے گئے اور ان کی املاک کو جلایا گیا اور ڈھایا گیا لیکن عام شہری بھی ان کے شر سے محفوظ نہیں تھے۔ کاروں، تانگوں، ریڑھوں حتیٰ کہ سائیکل سواروں پر حملے کئے گئے"۔

(ایضاً۔ ۱۸۴)

○ ۔ "اپنے اسلام کا نمونہ پیش کرنے کے لئے یہ مجاہدین ننگے ہو کر ناچتے اور جھوٹے جنازے اٹھائے پھرتے تھے۔ کتوں کو چارپائی پر باندھ کر ان کے گلے میں مختلف ناموں کے گتے لٹکا کر ہائے ہائے کے نعروں کی گونج میں ان بے زبانوں پر چھڑیاں برساتے تھے"۔

(ایضاً۔ ۱۸۵)

○ ۔ "اسلام کے ان جیالوں نے اپنے ہی ملک کی عمارتوں، اومنی بسوں، آگ بجھانے کے انجنوں کو آگ لگائی۔ لائل پور کاٹن ملز کا ڈپو جلایا۔ لائل پور میں ریل گاڑی کو روک کر مسافروں کو لوٹا۔ اوکاڑہ میں پاکستان میل کے عورتوں کے ڈبہ پر حملہ کیا گیا۔ لاہور میں پولیس کی گاڑیوں کو جلایا اور ملتان شہر میں کپ تھانہ کی عمارت کو آگ لگائی"۔

(ایضاً۔ ۱۸۵ تا ۱۹۰)

○ ۔ "جو دوکاندار اور شہری ان کی تخریبی کارروائیوں میں ان کے ساتھ شامل نہ ہوئے ان میں سے بعض کا منہ کالا کر کے جلوس نکالا گیا، انہیں جوتوں کے ہار پہنائے گئے۔ سیالکوٹ کے بزرگ مسلم لیگی ایم ایل اے خواجہ محمد صفدر کا منہ کالا کیا گیا اور انہیں مارا پیٹا گیا"۔

(ایضاً۔ ۱۸۸، ۱۸۹)

○ ۔ "جس وقت ان امن شکن شریروں کا سرغنہ عبدالستار نیازی مسجد وزیر خان لاہور میں قلعہ بند ہو کر عوام کو بغاوت اور سرکشی پر ابھارتا تھا اور مسجد کے مینار سے سرکاری ملازمین کے لئے اپنے فرامین جاری کر رہا تھا اس وقت عین اس مسجد کے دروازہ پر دو پولیس اہل کاروں کو پکڑ کر ان پر تشدد کیا گیا اور جب سید فردوس شاہ ڈی ایس پی نے ان کو چھڑانے کی کوشش کی تو اس سینئر پولیس آفیسر کو ان ظالموں نے ڈنڈے مار مار کر ہلاک کر دیا"۔

(ایضاً۔ ۱۹۰)

ختم نبوت کے باوا صاحب کے ممدوح غازیوں کے کارناموں اور ان کے شہداء کے جہاد کے نمونے ہم نے اوپر درج کئے ہیں۔ معصوم بے گناہ شہریوں کے ان قاتلوں اور لٹیروں کی تخریبی کارروائیوں کو روکنے، اپنے دفاع اور ان غارتگر لشکروں کو منتشر کرنے کے لئے پولیس اور فوج نے جب جوابی کارروائی کی تو جو مجرم اپنے انجام کو پہنچے، انکوائری کمیشن کی رپورٹ کے مطابق ان کی تعداد یہ تھی:

لاہور ___ ۱۱
ملتان ___ ۳
لائل پور (فیصل آباد) ___ ۷
سیالکوٹ ___ ۵
راولپنڈی ___ ۱

کل تعداد ___ ۲۷

اب ان باوا حضرات کے بقول اگر یہ دس یا بارہ ہزار تھے تو اس جھوٹ کو سچ سے دور کی نسبت بھی نہیں ہے۔ کلام الٰہی میں ایسے ہی کاذبوں پر لعنت کی گئی ہے۔ لیکن انہیں کیا، ان کے لئے یہ شیر مادر ہے۔

ان کے دوسرے جھوٹے افسانوں مثلاً اسلم قریشی کی کہانی یا مشرقی افریقہ میں ایک لاکھ احمدیوں کے "مشرف بہ اسلام" ہونے کے قصے کو ہم اگلی فرصت پر اٹھاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

ASIAN JEWELLERY AT DISCOUNTED PRICES
LATEST DESIGNS IN STOCK
UK DELIVERY ARRANGED
CUSTOMER DESIGNS WELCOME
REPAIRS AND ALTERATIONS
DULHAN JEWELLERS
126 MILTON STREET
PALFREY, WALSALL
WEST MIDLAND WS1 4LN
PHONE 0922 33229

fozman foods
A LEADING BUYING GROUP FOR GROCERS AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 &
081 553 3641

خیالی حملوں سے بچاؤ کے لئے خطیر اخراجات

(محمد احمد خان - مانچسٹر یونیورسٹی)

امریکہ خود کو دنیا بھر میں امن اور جمہوریت کے قیام کا علمبردار خیال کرتا ہے اور اس بارہ میں اس کی طرف سے بہت بلند بانگ دعاوی کئے جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت کیا ہے؟ یہ اس کی ان بہت سی کاروائیوں سے دنیا پر خوب روشن ہے جو وہ دنیا کے مختلف حصوں میں کرتا رہتا ہے۔ تیسری دنیا یا ترقی پذیر ممالک میں سے اگر کوئی ملک، جو عملاً اپنے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے، اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے کسی قسم کے ہتھیار بنائے تو یو۔ این۔ او۔ کی طرف سے اس پر شدید دباؤ ڈالا جاتا ہے اور کئی قسم کی تجارتی و اقتصادی پابندیاں اس پر عائد کر دی جاتی ہیں لیکن خود امریکہ کا اپنا کردار یہ ہے کہ اس نے گزشتہ گیارہ سال میں اربوں ڈالر کی رقم محض خیالی قسم کے حملوں سے بچاؤ کے لئے نہایت مہلک ہتھیاروں کی تیاری پر خرچ کی۔ امریکیوں کو زیادہ خدشہ روس کی لیزر کے میدان میں نمایاں کامیابیوں سے تھا۔ اس لئے پینٹا گون نے (S.D.I) قسم کے طویل المقاصد پروگرام کو ترتیب دیا۔ اگرچہ روس میں اس کا ردعمل سوائے اس کے کہ ایس۔ ڈی۔ آئی۔ ایک نانسنس پروگرام ہے، کچھ نہ تھا۔ امریکیوں کے اس پروگرام کی تفصیل یوں ہے۔

۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء کو امریکی صدر رونالڈ ریگن نے (Strategic Defence Initiative) پروگرام کا اعلان کیا جو ایٹمی میزائلوں اور ایٹمی ہتھیاروں کو تباہ اور ناکارہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہوگا۔ اس کا نام "اسٹار وار" رکھا گیا۔ کانگرس نے ایک ارب دس کروڑ ڈالر کی رقم (S.D.I) کے لئے منظور کی۔

۹ مارچ ۱۹۸۴ء. امریکی سائنسدانوں اور صنعتی لیڈروں نے پینٹا گون کی ایک رپورٹ میں واضح کیا کہ جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے صدارتی مقصد (S.D.I) کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱۰ جون ۱۹۸۴ء. بحر الکاہل میں (Kwajalein Atoll) کے مقام پر ایک ایسا کامیاب تجربہ کیا گیا جو گولی کا گولی کو نشانہ لے کر مارنے کے مترادف تھا۔ جس میں ایک جدید میزائل نے انٹر کانٹیننٹل اینٹی بلیسٹک میزائل (K B M) کو نشانہ لے کر مار گرایا۔

۱۱ مارچ ۱۹۸۵ء. سوویٹ یونین کے نئے صدر میخائیل گورباچوف مقرر ہوئے۔ سوویٹ یونین کے وزیر خارجہ "آندرے گرومیکو" نے کہا کہ سپر پاورز کے درمیان تخفیف اسلحہ پر بات چیت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک امریکی اپنا (S D I) پروگرام ترک نہ کر دیں۔

۵ اپریل ۱۹۸۵ء. امریکہ میں یونین کنسرن سائنٹسٹس نے حکومت کی طرف سے عائد تجویز کہ یونیورسٹیوں میں ایس۔ ڈی۔ آئی۔ کے سلسلہ میں ۳ % کام لازمی قرار دیا جائے، رد کر دی۔ اسی سال کانگرس نے ایس۔ ڈی۔ آئی۔ کے لئے رقم بڑھا کر دوگنا کر دی۔ تاہم ۱۹۸۶ء کے لئے مخصوص رقم ۳ ارب ۵ کروڑ ڈالر منظور ہوئی۔

۶ دسمبر ۱۹۸۵ء. برطانیہ کے سائنسدانوں نے ۲۰۰ ملین ڈالر سالانہ کے عوض اپنی خدمات ایس۔ ڈی۔ آئی۔ کے حوالے کیں۔ امریکہ کے بعد برطانیہ دوسرا بڑا ملک تھا۔ اسرائیل نے بھی اپنی فنی خدمات ۱۵۰ ملین ڈالر سالانہ سے اس پروگرام کو فراہم کیں۔

۱۶ مئی ۱۹۸۶ء. ۶۵۰۰ امریکی سائنسدانوں نے جن کا تعلق یونیورسٹیوں سے تھا ایس۔ ڈی۔ آئی۔ پروگرام میں کام کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح کا حال ۵۰۰ یونیورسٹی سائنسدانوں کا برطانیہ میں بھی تھا۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۸۶ء. گرین لینڈ کے شہر (Reykjavik) میں ایس۔ ڈی۔ آئی کے بارے میں امریکہ سوویٹ یونین بات چیت کا سلسلہ نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ گورباچوف اور ریگن ایٹمی ہتھیاروں میں کمی کے لئے رضامند ہو گئے۔

۲۳ اپریل ۱۹۸۷ء. امریکن فزیکل سوسائیٹی (APS) نے ایک رپورٹ جاری کی کہ ایس۔ ڈی۔ آئی۔ کے لئے درکار توانائی اور ہتھیار اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ لیزر اور ذراتی شعاعیں اس قدر اعلیٰ کارکردگی کی ہوں جن کی مانگ آجکل کی ٹیکنالوجی پورا نہیں کر سکتی۔

۲۴ اپریل ۱۹۸۸ء. کانگرس کے ٹکنالوجی کے دفتر نے (ایس۔ ڈی۔ آئی) پر ایک رپورٹ تیار کی۔ پینٹا گون نے اس کے چند حصوں کی اشاعت کو "ملٹری راز کے فاش" ہونے کے ڈر سے روک دیا۔

۶ اکتوبر ۱۹۸۸ء: (SDI) کا پہلا مرحلہ، جس کے مطابق خلاء میں (Interceptors) قائم کئے گئے جس نے روس کے ۳۰ فیصد میزائلوں کو تباہ کرنے کی کارکردگی دکھائی۔ اس منصوبے کی بدولت میزائل کے آس پاس کی زمین کو بھی محفوظ کیا جاسکتا تھا۔ اس پروگرام کو "سمارٹ راک" کا نام دیا گیا۔

۸ نومبر ۱۹۸۸ء. جارج بش امریکی صدر مقرر ہوئے۔ انہوں نے بھی اس پروگرام کو جاری رکھنے کا عہد کیا۔

۲۳ اپریل ۱۹۸۹ء. "سمارٹ راک" کو (Brilliant Pebbles) میں تبدیل کر دیا گیا جس میں انٹرسیپٹر کی جگہ سمارٹ راکٹوں کو استعمال میں لایا گیا۔

۹ نومبر ۱۹۸۹. دیوار برلن توڑ دی گئی اور اگلے ۱۲ ماہ میں جرمنی کا اتحاد ممکن ہوا۔ کانگرس نے ۱۹۹۱ء کے لئے بھی (ایس۔ ڈی۔ آئی) بجٹ میں کمی کی اور یوں کل رقم ۲ ارب ۸۹ کروڑ ڈالر منظور ہوئی۔

۲۹ جنوری ۱۹۹۱ء. ایس۔ ڈی۔ آئی۔ پروگرام سکڑ گیا اور اب اسے (GPALS) یعنی (Global Protection Against Limited Strikes) کا نام دیا گیا۔

۱۸ فروری ۱۹۹۱ء. کانگرس نے ۱۹۹۲ء کے لئے ۴ ارب ۱۵ کروڑ ڈالر کی رقم منظور کی۔

یکم جنوری ۱۹۹۲ء. سوویٹ یونین ٹوٹ گیا اور کامن ویلتھ خود مختار ریاستوں کا وجود ابھر آیا۔ بورس یلسن روس کے صدر مقرر ہوئے۔ روس نے امریکہ کے ساتھ (GPALS) پروگرام میں ملکر کام کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔

۷ اپریل ۱۹۹۲ء. یو ایس آرمی نے تسلیم کیا کہ ۲۴ سکڈ عراقی میزائلوں کو تباہ کرنے کے لئے ۸۵ پیٹریاٹ میزائلوں کو داغنا پڑا۔ جبکہ امریکی حکومت کے ایک محقق کے مطابق صرف ایک ہی سکڈ صحیح طرح سے پیٹریاٹ سے مار گرایا گیا۔ کانگرس نے ایس ڈی آئی میں مزید کمی کی اور ۱۹۹۳ء کے لئے ۳ ارب ۸ کروڑ کی رقم منظور ہوئی۔ تاہم ۱۹۹۳ء تک کل ۳۲ ارب ڈالر کی رقم اس پروگرام کی مد میں خرچ کی جا چکی تھی۔

دنیائے عیسائیت کی خبریں

برطانیہ کے اکثر گرجا گھر مقفل رہتے ہیں

(رپورٹ ہدایت زمانی)

برطانیہ میں مذہب سے دوری اور اخلاقی انحطاط کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج کل ملک کے گرجا گھروں کی اکثریت مقفل رہتی ہے تا کہ چوری چکاری سے بچا جا سکے۔ ایک اندازے کے مطابق برطانیہ میں چرچ آف انگلینڈ کے تحت سولہ ہزار گرجا گھر ہیں جن میں سے نصف کے لگ بھگ اکثر اوقات مقفل رہتے ہیں۔ اسی طرح ۴۵۰۰ رومن کیتھولک چرچ کا تین چوتھائی حصہ پبلک کے لئے اکثر بند رہتا ہے۔ اینگلیکن فرقہ کے بارہ ہزار گرجا گھروں کا بھی کم و بیش یہی حال ہے برطانیہ کی انشورنس کمپنی جس کے پاس ملک کے ۹۷ فیصد گرجا گھر بیمہ شدہ ہیں، نے ایک رپورٹ شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کل چرچوں کا ایک چوتھائی حصہ ہر سال چوروں کی کاروائی کا نشانہ بن جاتا ہے۔ بڑھتی ہوئی وارداتوں کے پیش نظر اس کمپنی نے پادریوں کے ساتھ کئی ایک مذاکرات کئے اور چرچ کی انتظامیہ کو چوروں کے ہتھکنڈوں سے آگاہ کرنے کے لئے سیمینار منعقد کئے۔ یاد رہے کہ گزشتہ سال کے دوران اس انشورنس کمپنی کو چرچ کی انتظامیہ کی طرف سے ۶ ملین پونڈ کلیم موصول ہوئے تھے۔ عموماً گرجا گھروں سے سونے چاندی کی بنی ہوئی اشیاء اور نوادرات چرالی جاتی ہیں۔

عیسائیت کے متعدد مذہبی راہنماؤں نے اس صورت حال پر افسوس کرتے ہوئے اس بات کی خواہش کی ہے کہ چرچ کے دروازے ہر خاص و عام کے لئے ہر وقت کھلے رہنے چاہئیں تا کہ لوگ دنیا کے ہنگاموں سے چند لمحے نکال کر یہاں آئیں اور سکون حاصل کریں۔ ۱۹۶۸ء تک چرچ کے خلاف جرائم کی سزا ۱۴ سال جیل ہوتی تھی مگر آج کل ان سزاؤں میں بہت کمی واقع ہو گئی ہے۔ اس طرح چوروں کو چوری کا پیشہ بہت منافع بخش لگتا ہے اور وہ چوری شدہ اشیاء سے کافی رقم وصول کر لیتے ہیں۔ مثلاً شرپ شائر (Shropshire) کے ایک چرچ سے آلٹر پیس کے طور پر استعمال ہونے والی تین تصویروں کا سیٹ چور اڑا کر لے گئے جن کی قیمت ۵ لاکھ پونڈ بتائی جاتی ہے۔ اسی طرح لندن کے ایک گرجا گھر سے ۴۵۰۰ پونڈ کی نادر اشیاء چوری کر لی گئیں اور تین ہزار پونڈ کا نقصان کیا گیا جس کی وجہ سے چرچ کی انتظامیہ کو گزشتہ ۵ سال میں تین مرتبہ تالے بدلنے پڑے۔ لکڑیوں کے آگے سلاخیں نصب کی گئیں۔ دیواروں پر ایسا روغن کیا گیا جس سے چور آسانی سے پکڑا جا سکے نیز برگلر الارم (Burglar Aiarm) بھی نصب کئے گئے۔

اس صورت حال کو بدلنے کے لئے گزشتہ ہفتہ "اوپن چرچ ٹرسٹ" قائم کیا گیا جس میں صرف ایک شخص نے ایک ملین پونڈ چندہ دیا۔ اس منصوبہ کے تحت گرجا گھروں کو چوروں سے محفوظ رکھا جائے گا اور پبلک کے لئے تمام اوقات میں چرچ کھلا رکھا جائے گا۔ گرجا گھروں میں سیکورٹی گارڈ متعین کئے جائیں گے۔ الارم لگائے جائیں گے۔ قیمتی اشیاء کو سکرین کے پیچھے محفوظ کر دیا جائے گا۔ خفیہ جگہوں پر ویڈیو کیمرے نصب کئے جائیں گے۔ نیز کتے پالے جائیں گے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس طرح چوروں کا ڈر خوف نہیں رہے گا اور چرچ عوام کے لئے کھلے رکھے جائیں گے۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کا ۲۹واں جلسہ سالانہ انشاء اللہ

مورخہ ۲۹، ۳۰ و ۳۱ جولائی ۱۹۹۴ء کو

اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوگا

SPECIALISTS IN
22 & 24 CARAT GOLD
JEWELLERY
khalid JEWELLERS
10 Progress Building,
491 Cheetham Hill Road,
Cheetham Hill,
MANCHESTER M8 7HY
PHONE & FAX
061 795 1170

CAN YOU SERIOUSLY
AFFORD TO TRAVEL BY
AIR WITHOUT FIRST
CHECKING OUR PRICES?
PHONE US FOR A QUOTE
ATLAS
TRAVEL
THE TRAVEL AGENTS YOU
CAN TRUST
061 795 3656
493, CHEETHAM HILL ROAD,
MANCHESTER, M8 7HY

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095

تاریخ احمدیت

۱۸۸۶ء

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر ہوشیارپور میں چلہ کشی اور پیش گوئی "پسر موعود" کے بعد دوسرا اہم واقعہ مباحثہ مرلی دھر ہے۔

لالہ مرلی دھر ڈرائنگ ماسٹر ہوشیارپور سے مباحثہ

لالہ مرلیدھر صاحب نے (جو آریہ سماج ہوشیارپور کے ایک ممتاز رکن تھے) حضرت اقدس سے آکر درخواست کی کہ وہ اسلامی تعلیمات پر چند سوالات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کا پہلوان تو مدت سے للکار رہا تھا کہ کوئی آریہ سماجی لیڈر مرد میدان بنے۔ چنانچہ اب جو خود آریہ سماج کی طرف سے ایک تحریری مباحثے کی طرح ڈالی گئی تو حضور نے اسے بسروچشم قبول فرمالیا اور اس دینی مذاکرہ کو غیر جانبدارانہ سطح پر لے جانے کے لئے یہ تجویز کی کہ ماسٹر صاحب ایک نشست میں اسلام پر اعتراضات کریں اور آپ ان کے جوابات دیں اور دوسری نشست میں حضور آریہ سماج کے مسلمات پر سوالات کریں گے اور ان کا جواب ماسٹر صاحب کو دینا ہوگا۔ ماسٹر صاحب نے اس تجویز سے اتفاق ظاہر کیا۔
بحث کے لئے حضرت اقدس کی فرودگاہ تجویز ہوئی اور مباحثہ کی دونشستوں کے لئے گیارہ مارچ کی شب اور چودہ مارچ کا دن قرار پایا اور دونوں بحثوں کے متعلق یہ بات طے ہوئی کہ بحث کا خاتمہ جواب الجواب کے جواب سے ہو۔ اس سے پہلے نہ ہو۔ چنانچہ گیارہ مارچ ۱۸۸۶ء کی پہلی نشست میں ماسٹر صاحب اسلام پر چھ سوالات کرنے کی تیاری کر کے آئے تھے۔ اور اس کا اظہار بھی انہوں نے کیا۔ مگر ابھی انہوں نے معجزہ شق القمر کے متعلق ہی اپنا پہلا مایہ ناز اعتراض پیش کیا تھا کہ ان کی علمیت کا سارا بھرم کھل گیا۔ اور وہ اپنی ناکامی کا داغ مٹانے کے لئے عین اس وقت جبکہ حضور کی طرف سے جواب الجواب کے جواب کا وقت آیا معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے محض رات کی طوالت کا بہانہ بنا کر جانے کا قصد کرنے لگے۔ اکثر ہندو حاضرین بالخصوص والی ریاست سوکیت کے بڑے بیٹے میاں شترو گھن صاحب نے جو اس مجلس میں موجود تھے کئی بار ماسٹر صاحب سے التجا کی کہ آپ جواب الجواب کا جواب لکھنے دیں ہم بخوشی بیٹھیں گے، ہمیں کسی نوع کی تکلیف نہیں۔ بلکہ ہمیں جواب سننے کا شوق ہے۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی۔ آخر حضرت اقدس" نے فرمایا کہ یہ جواب تحریر ہونے سے رہ نہیں سکتا۔ اگر آپ اس وقت ٹالنا چاہتے ہیں تو یہ بالضرور اپنے طور پر رسالہ کے ساتھ شامل کیا جائے گا۔ اس پر انہوں نے بادل نخواستہ اسے بطور خود لکھا جانا تسلیم کر لیا۔ لیکن جواب کا اس مجلس میں تحریر ہو کر پیش ہونا چونکہ ان کو ناگوار تھا اس لئے وہ فوراً اٹھ کر چل دیے۔

پہلی نشست کا تو یوں حشر ہوا اب دوسری نشست کی کیفیت سنئے۔ اس دن حضرت اقدس" کا حق تھا کہ پہلے اپنا اعتراض پیش فرماتے مگر ماسٹر صاحب نے وقت ضائع کرنے کے لئے پہلی نشست کی بحث کے متعلق ایک فضول جھگڑا شروع کر دیا اور یہ چند سطریں لکھ کر اور ان پر اپنے دستخط کر کے جلسہ عام میں ایک بڑے جوش سے کھڑے ہو کر سنائیں کہ " آج پہلے اس کے کہ میں کوئی سوال پیش کروں مرزا صاحب پہلے روز کی تقریر میں سے وہ حصہ جو انہوں نے فرمایا تھا کہ ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ روحیں اوس پر پھیلتی ہیں اور عورتیں کھاتی ہیں تو آدمی پیدا ہوتے ہیں پیش کرتا ہوں۔ یہ ستیارتھ پرکاش میں کسی جگہ نہیں اگر ہے تو یہ ستیارتھ پرکاش میں دیتا ہوں اس میں سے نکال کر دکھلادیں تاکہ سچ اور جھوٹ کی نرتی لوگ کر لیں"۔
اس کے جواب میں حضور نے کہا کہ پہلے روز کی تقریر اسی روز ختم ہوگئی۔ آپ کو چاہئے تھا کہ اسی دن مطالبہ پیش کرتے۔ مگر ماسٹر صاحب سراسر مجادلہ کی راہ سے مصر تھے کہ جب تک اس امر کا تصفیہ نہ ہو لے دوسری گفتگو نہیں کر سکتے۔ اس پر مولوی الٰہی بخش صاحب وکیل نے بھی انہیں بہت سمجھایا کہ اس موقعہ پر گزشتہ قصوں کو لے بیٹھنا بے جا ہے۔ آج کے دن آج ہی کی بحث ہونی چاہئے۔ آخر جب کافی ردوقدح ہو چکی تو حضرت اقدس" نے قضیہ ختم کر کے اصل موضوع کی طرف لانے کے لئے تحریر لکھ دی کہ جب ہم بحث شائع کریں گے تو اس مقام پر ستیارتھ پرکاش کا حوالہ بھی لکھ دیں گے۔ اس حکمت عملی سے یہ جھگڑا رفع دفع ہوا اور اصل کاروائی شروع ہوئی۔

چنانچہ اس کے بعد حضور کی طرف سے آریہ سماج کے اس اصول کے متعلق تحریری اعتراض پیش ہوا کہ آریہ سماج کا یہ عقیدہ کہ پرمیشر نے کوئی روح پیدا نہیں کی اور نہ وہ خود کسی کو خواہ کوئی کیسا ہی راستباز اور سچا پرستار ہو ابدی نجات بخشے گا۔ خدا تعالیٰ کی توحید اور رحمت دونوں کے صریح منافی ہے۔ جب یہ زبردست اعتراض جلسہ عام میں سنایا گیا تو ماسٹر صاحب پر عجیب حالت طاری ہوئی۔ جس کی کیفیت ماسٹر صاحب ہی کا جی جانتا ہوگا۔ ماسٹر صاحب کو اس وقت کچھ بھی نہ سوجھتا تھا کہ اس کا کیا جواب دیں۔ اسی لئے حیلہ جوئی کی غرض سے گھنٹہ سوا گھنٹہ تک یہی عذر پیش کرتے رہے کہ یہ سوال ایک نہیں دو ہیں۔ حضور نے بتایا کہ حقیقت میں سوال ایک ہی ہے یعنی خدا تعالیٰ کی خالقیت سے انکار کرنا اور میعادی مکتی (نجات) تو اس خراب اصول کا ایک بداثر ہے جو اس سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اس جہت سے سوال کے دونوں ٹکڑے حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کی خالقیت سے منکر ہوگا اس کے لئے ممکن ہی نہیں کہ ہمیشہ کی نجات کا اقرار کر سکے۔ سو انکار خالقیت اور انکار نجات جاودانی باہم لازم و ملزوم ہیں۔ پس جو شخص یہ ثابت کرنا چاہے کہ خدا تعالیٰ کے رب العالمین اور خالق نہ ہونے میں کچھ حرج نہیں۔ اس کو یہ ثابت کرنا بھی لازم آجائے گا کہ خدا تعالیٰ کے کامل بندوں کا ہمیشہ جنم مرن کے عذاب میں مبتلا رہنا اور کبھی دائمی نجات نہ پانا یہ بھی کچھ مضائقہ کی بات نہیں۔ غرض بار بار سمجھانے کے بعد ماسٹر صاحب کچھ سمجھے اور جواب لکھنا شروع کیا۔ اور تین گھنٹہ میں فقط ایک ٹکڑے کا جواب قلم بند کر کے سنایا۔ اور دوسرے حصہ سوال کے متعلق جو مکتی کے بارے میں تھا یہ جواب دیا کہ اس کا جواب ہم اپنے مقام سے لکھ کر بھیج دیں گے۔ حضور نے ایسا جواب لینے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے جو کچھ لکھنا ہے اسی جلسہ میں حاضرین کے روبرو تحریر کریں۔ اگر گھر میں بیٹھ کر لکھنا تھا تو پھر مباحثہ کی ضرورت ہی کیا تھی؟ ماسٹر صاحب تو محض دفع الوقتی کے لئے آئے تھے وہ کیونکر مانتے۔ حضور نے جب ان کی ہٹ دھرمی دیکھی تو فرمایا جس قدر آپ نے لکھا ہے وہی ہمیں دیں تا اس کا ہم جواب الجواب لکھیں۔ ماسٹر صاحب جو پہلی نشست میں جواب الجواب کے جواب سننے پر دہشت زدہ ہوگئے تھے۔ اب جواب الجواب لکھنے پر بوکھلاہٹ اٹھے اور معذرت چاہی کہ اب ہماری سماج کا وقت ہے ہم بیٹھ نہیں سکتے۔ ماسٹر صاحب نے ابتداء میں جب بہت سا وقت ادھر ادھر کی باتوں میں ضائع کر کے بہت آہستگی اور دھیماپن سے جواب لکھنا شروع کیا تھا تو حضرت اقدس" اسی وقت بھانپ گئے کہ ان کی نیت بخیر نہیں اور اسی لئے حضور نے پہلے ان سے احتیاطاً یہ کہا تھا کہ بہتر یوں ہے جو ورق آپ لکھتے جائیں وہ مجھے دیتے جائیں تا میں اس کا جواب الجواب بھی لکھتا جاؤں۔
ماسٹر صاحب کے ایک رفیق لالہ لچھمن صاحب نے حضرت اقدس کی بات سنکر کہا کہ میں آپ کی غرض سمجھ گیا۔ لیکن ماسٹر صاحب ایسا کرنا نہیں چاہتے۔ چنانچہ وہی بات ہوئی اور اخیر پر مباحثہ ناتمام چھوڑ کر انہوں نے سماج کا عذر کر دیا جو محض بہانہ تھا۔ اصل موجب تو وہ سراسیمگی اور گھبراہٹ تھی جو اعتراض سنتے ہی ان کے دماغ پر چھاگئی اور وہ کچھ ایسے مبہوت ہوگئے کہ چہرے پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔ اور ناکارہ عذرات پیش کر کے یہ چاہا کہ جواب دئے بغیر ہی اٹھ کر چلے جائیں۔ یہی وجہ تھی کہ سامعین بھی مایوس ہو کر منتشر ہوگئے اور بعض یہ کہتے ہوئے اٹھ گئے کہ اب کیا بیٹھیں اب تو بحث ختم ہوگئی۔ یہ رنگ دیکھا تو ماسٹر صاحب نے شرم و ندامت سے کچھ لکھا جس کا آدھا حصہ تو کاغذ پر اور آدھا ان کے دل میں رہا۔ بہرحال وہ اپنے جواب کو اس صورت میں چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور نے ماسٹر صاحب سے اس مرحلہ پر یہ بھی فرمایا کہ اگر آپ اس وقت ٹھہرنا مصلحتاً مناسب نہیں سمجھتے ہیں تو میں دو روز اور اس جگہ ہوں اور اپنا دن رات اسی خدمت میں صرف کر سکتا ہوں۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ فرصت نہیں۔ اس جواب پر حضور کو سخت افسوس ہوا اور آپ نے فرمایا کہ آپ نے پورا جواب لکھا اور نہ ہمیں اب جواب الجواب لکھنے دیتے ہیں۔ بہرکیف یہ جواب الجواب بھی مجبوراً بطور خود تحریر کر کے رسالے کے ساتھ شامل کیا جائے گا۔ یہ بات سنتے ہی ماسٹر صاحب اپنے رفقاء سمیت اٹھ کر چلے گئے اور حاضرین جلسہ پر صاف کھل گیا کہ ماسٹر صاحب کی یہ تمام تر کاروائی سرتاپا گریز اور کنارہ کشی کے لئے ایک بہانہ تھی۔
اس نشست میں سامعین کی تعداد غیر معمولی طور پر زیادہ تھی اور صدہا مسلمان اور ہندو اپنا اپنا کام چھوڑ کر محض مباحثہ کی کاروائی سننے کے لئے جمع ہوگئے تھے اور صحن مکان حاضرین سے کھچاکھچ بھرا ہوا تھا۔

"سرمہ چشم آریہ" کی تصنیف واشاعت

حضرت اقدس" نے یہ مباحثہ چند ماہ بعد ہی ستمبر ۱۸۸۶ء میں "سرمہ چشم آریہ" کے نام سے شائع فرما دیا۔ جس میں آپ نے ستیارتھ پرکاش کے مطلوبہ حوالہ کے علاوہ ان جوابات کو بھی جو مباحثہ میں ناتمام رہ گئے تھے اس خوبصورتی سے شامل کر دیا کہ کتاب ایک تاریخی شاہکار کی حیثیت اختیار کر گئی۔ جس میں آریہ سماج کے بخئے ادھیڑتے ہوئے معجزات و خوارق قرآنی، عجائبات عالم، روح کے خواص، کشف قبور، انسان کامل اور قانون قدرت ایسے مسائل پر بھی بڑی لطیف روشنی ڈالی اور بالخصوص بتایا کہ خدائی قانون کا احاطہ جب کسی انسان کے لئے ممکن نہیں تو کسی معجزہ کو قانون قدرت کے منافی کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ کتاب کا رد لکھنے والے کے لئے حضور نے پانچ سو روپیہ کا انعامی اشتہار بھی دیا۔ اور لطف یہ کہ اس کے لئے منشی جیون داس صاحب سیکرٹری آریہ سماج کو ثالث تجویز فرما دیا کہ اگر وہ قسم کھا کر شہادت دے دیں۔ کہ کتاب کا جواب دے دیا گیا ہے۔ تو محض اس کی شہادت پر حضور یہ انعام دیدیں گے۔ اس انعامی چیلنج پر آریہ سماج نے بالکل چپ سادھ لی۔ لیکھرام نے "نسخہ خبط احمدیہ" کے ذریعہ سے اس کی تردید کرنے کی جو ناکام کوشش کی وہ اس قابل نہیں کہ اس کا ذکر کیا جائے۔
"سرمہ چشم آریہ" ایسی معرکۃ الآراء کتاب کی اشاعت پر اہل حدیث عالم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں ریویو کرتے ہوئے لکھا۔

> "یہ کتاب لاجواب مولف براہین احمدیہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان کی تصنیف ہے .... اس میں جناب مصنف کا ایک ممبر آریہ سماج سے مباحثہ شائع ہوا ہے جو معجزہ شق القمر اور تعلیم وید پر بمقام ہوشیارپور ہوا تھا اس مباحثہ میں جناب مصنف نے تاریخی واقعات اور عقلی وجوہات سے معجزہ شق القمر ثابت کیا ہے اور اس کے مقابل میں آریہ سماج کی کتاب (وید) اور اس کی تعلیم و عقائد (تناسخ وغیرہ) کا کافی دلائل سے ابطال کیا ہے ...... حمیت و حمایت اسلام تو اس میں ہے کہ ایک ایک مسلمان دس دس بیس بیس نسخہ خرید کر ہندو مسلمانوں میں تقسیم کرے۔
> اس میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اصول اسلام کی خوبی اور اصول مذہب آریہ کی برائی زیادہ شیوع پائے گی اور اس سے آریہ سماج کی ان مخالفانہ کاروائیوں کو جو اسلام کے مقابلہ میں وہ کرتے ہیں روک ہوگی۔
> دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کتاب کی قیمت سے دوسری تصانیف مرزا صاحب (سراج منیر

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں